ہفت روزہ
۲۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء

ندائے خلافت

لاہور

"خلافت سیاست" پر تیسرا ماہانہ مذاکرہ

دنیا میں کہیں بھی مسلمان معاشرے کو ذہنی سطح پر اسلامی انقلاب کے لئے تیار نہیں کیا جاسکا۔

(نوابزادہ نصراللہ خاں)

[illegible] جاتی نظر آتی ہے۔ ([illegible])

پاک بھارت تعلقات کی بہتری کے اقدامات کے لئے دباؤ بڑھ رہا ہے؟ (تجزیہ)

رحیم یار خاں اور صادق آباد کے دورے کی روداد

تحریک خلافت پاکستان کے ناظم جناب عبدالرزاق صاحب' نائب ناظم تحریک خلافت جناب سعید اظہر عاصم اور جناب مختار حسین فاروقی صاحب مورخہ ۲۷ر اگست کو صادق آباد اور رحیم یار خان کے دو روزہ دورے پر تشریف لائے تو اسی صبح تنظیم اسلامی کے رفقاء اور تحریک خلافت پاکستان کے معاونین سے تنظیمی اور تحریکی امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ ناظم تحریک خلافت نے بعض اہم فیصلے اسی وقت کر لئے اور تقریباً گیارہ بجے صبح لوکل ٹرین سے خالد بشیر صاحب کو ساتھ لے کر رحیم یار خان روانہ ہوگئے۔

رحیم یار خان میں یہ حضرات مولانا مقصود احمد صاحب جو ایک جید عالم دین ' بہت سی کتابوں کے مصنف اور تحریک خلافت رحیم یار خان کے اولین معاونین میں شامل ہیں سے ملنے کے لئے انکی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور بعد ازاں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور غلام اکبر رانا صاحب سے تفصیلی گفتگو کی۔ نماز عصر کے بعد ناظم تحریک واپس صادق آباد تشریف لے آئے کیونکہ بعد نماز مغرب جناب مختار حسین فاروقی کا خطاب "ہمارے دینی فرائض اور تنظیم اسلامی کی دعوت" کے عنوان سے مسجد خضریٰ میں ہونا تھا ۔ جناب مختار حسین فاروقی صادق آباد میں اپنے ایک سال قیام کے دنوں سے جب انکی سروس فوجی فرٹیلائزر میں تھی ' پہچانے جاتے ہیں ۔ ان دنوں ان کا باقاعدہ ہفتہ وار درس قرآن جناب مسلم صاحب کی کوٹھی پر ہوا کرتا تھا اور لوگ بڑے ذوق و شوق سے اس میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت کیا کرتے تھے۔ واہ کینٹ جانے کے بعد سے وہ جب بھی یہاں تشریف لائیں لوگ بڑے اشتیاق سے ان کا درس قرآن سننے کے لئے جمع ہوجاتے ہیں ۔ مسجد خضریٰ میں ہونے والے اس پروگرام میں بیشتر وہی لوگ شریک تھے۔ نماز عشاء تک خطاب جاری رہا۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دعوتی پروگرام

۲۵ ستمبر ۹۲ بروز جمعہ بعد نماز مغرب

درس قرآن مجید ۔ ڈسٹرکٹ کونسل ہال ۔ فیصل آباد

۲۷ ستمبر ۹۲ بروز اتوار ۹ بجے شب

خطاب عام ۔ فاران کلب بلاک نمبر۷ اگلشن اقبال کراچی

عنوان: عہد حاضر میں سیرت النبیؐ کی اہم ترین رہنمائی

۲۹ ستمبر ۹۲ بروز منگل بعد نماز مغرب

خطاب عام بموقع افتتاح دفتر تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی ۔ اعقب اشفاق میموریل ہسپتال یونیورسٹی روڈ کراچی

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت کا دورہ فیصل آباد و کراچی

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ان شاء اللہ ۲۴ ستمبر بروز جمعرات صبح فیصل آباد پہنچیں گے۔ ساڑھے دس بجے فیصل آباد بار ایسوسی ایشن سے خطاب فرمائیں گے اور شام کو تنظیم اسلامی فیصل آباد کے اجتماع عام میں شریک ہوں گے ۔ جمعہ ۲۵ ستمبر کی صبح ۹ بجے انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے سالانہ اجلاس عام کی صدارت فرمائیں گے ۔ بعد ازاں جامع مسجد منور اہلحدیث گلشن کالونی فیصل آباد میں نماز جمعہ سے قبل خطاب فرمائیں گے ۔ بعد نماز مغرب ڈسٹرکٹ کونسل ہال فیصل آباد میں نظام خلافت کے موضوع پر درس قرآن مجید دیں گے۔ ۲۷ ستمبر ۹۲ کو کراچی تشریف لے جائیں گے ۔ رات ۹ بجے فاران کلب بلاک نمبر۷ اگلشن اقبال کراچی میں عہد حاضر میں سیرت النبیؐ کی اہم ترین رہنمائی کے موضوع پر خطاب ہوگا ۔ ۲۸ ستمبر بروز پیر صبح قرآن اکیڈمی کراچی میں طلبا سے خطاب فرمائیں گے اور شام بعد نماز مغرب اس جگہ انجمن خدام القرآن سندھ کے سالانہ اجلاس عام کی صدارت فرمائیں گے ۔ ۲۹ ستمبر بروز منگل بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی کراچی ضلع شرقی نمبرا کے افتتاح کے موقع پر حاضرین سے خطاب فرمائیں گے ۔

المعلن: عبدالرزاق ناظم اعلیٰ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمار ۳۶

۲۸ ستمبر ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زرتعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرتعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت —— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش —— ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ —— ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا —— ۲۰ " "

افتتاحیہ

سیل بلاخیز اور ہماری ذمہ داریاں

بظاہر احوال قومی ابتلاء کا بڑا ریلا گزر گیا اور سیلاب کا زور ٹوٹ گیا ہے ۔ ان سطور کی اشاعت تک صوبہ سندھ بھی اس کے اثرات بھگت کر فارغ ہوچکا ہوگا ۔ عناصر فطرت ازل سے شب و روز اپنے خالق کے حکم کی تعمیل میں اشرف المخلوقات کی خدمت و معاونت میں لگے ہوئے ہیں لیکن کائنات کے اسی مالک کے اذن سے ذرا بھی آنکھیں دکھانے پر آجائیں تو انسان کے سارے بزعم خویش مکمل اور "فول پروف" انتظامات بھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں کجا یہ کہ مناسب انتظام تو کیا ضروری پیش بندی بھی موجود نہ ہو ۔ ان واقعات و حوادث کے مادی اسباب بھی جب ذرا سی کاوش سے تلاش کر لئے جاتے ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل ناگہانی ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے تو سیلاب کی اس آفت کا سبب بننے والے عوامل کی نشاندہی کیا مشکل ہے جو بالکل سامنے پڑے نظر آرہے ہیں ۔ ان میں سب سے نمایاں وہ مجرمانہ غفلت ہے جس کا مظاہرہ حکومت کے ذمہ دار محکموں میں متعلقہ اہل کاروں نے کیا اور جن کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی کڑی سزا ملک و قوم نے بھگتی ' بھگت رہی ہے اور بہت دنوں بھگتتی رہے گی ۔

واقعہ یہ ہے کہ باران زحمت اور سیل بلاخیز نے مل جل کر جو قیامت اس بار ہم پر ڈھائی ہے اس کی نظیر ہماری مختصر ملکی تاریخ میں موجود نہیں ۔ جانی اتلاف کو تو روپے پیسے میں لایا ہی نہیں جاسکتا ' ان مالی نقصانات کے اندازے بھی ناقابل تصور ہیں جو اب تک سامنے آچکے ہیں تاہم یہ سب مل کر بھی برف کے تودے کی وہ نوک بنتے ہیں جو پانی کی سطح سے باہر نظر آتی ہے ورنہ ہمارے اعمال کی شامت کا اٹھایا ہوا یہ طوفان جو اثرات چھوڑ گیا ہے انہیں مٹانے کی کوشش میں قوم کو دانتوں پسینا آئے گا ۔ جو ابنائے وطن براہ راست اس کی زد میں آئے ' ان کی مصیبت بانٹنے کی کوشش میں کسی بھی طرف سے کوتاہی کا صدور نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن دیکھنے میں یہ آیا کہ ہم پر ایک عمومی بے حسی کی کیفیت طاری رہی ہے ۔ فوج نے بلاشبہ جان لڑا دی لیکن سرکاری محکموں اور خود سیاسی حکومت کی طرف سے جو "امدادی کارروائیاں" سامنے آئی ہیں ان میں سے بعض کی تفصیلات عام حالات میں لطیفوں کی شکل اختیار کر کے ہنسنے ہنسانے کا سامان مہیا کردیتیں ' آج کل ان پر رونا آتا ہے ۔ حکمران جماعت نے جو اپنا کوئی بھی نام رکھ لے ' ہے نام نہاد مسلم لیگ ہی ' اس قومی ابتلاء کو اپنے سیاسی اثاثے میں تبدیل کرنے کی انتہائی بھونڈی کوشش کی ہے اور انتخابی امنگیں رکھنے والی دیگر سب جماعتوں نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی ۔ کام تو وہ جو کچھ کر سکی ہیں زیادہ ڈھکا چھپا نہیں البتہ اخباری اشتہارات میں ریلیف کیمپوں کے قیام کا اعلان کر کے اور جگہ جگہ جھنڈے گاڑ کر انہوں نے نام خوب کمایا ۔ بایں ہمہ جس نے بھی انفرادی یا اجتماعی سطح پر اپنے بھائی بہنوں کا دکھ محسوس کیا اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کو مدد پہنچانے کی بھی کوشش کی ہے ' وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں اس سے بہتر جزا دیں گے ۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ڈاکٹر اسرار احمد کی کسی دوسری رائے یا نظریئے سے ہمیں خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو' اردو روزناموں کے رنگین صفحات کے بارے میں ان کی رائے کی ہر باشعور انسان کو تائید کرنی چاہئے لہٰذا میں اردو روزناموں کے مالکوں ' مدیروں اور جملہ کارکنوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور تجارتی مفادات کے فروغ کے لئے نسوانی حسن کو ذریعہ بنا کر اللہ کے غضب کو دعوت نہ دیں اور تمام دینی جماعتوں سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ "تعاونوا علی البر والتقویٰ" پر عمل کرتے ہوئے عوام کے اس اعتماد کو بحال کریں کہ قرآن و سنت کے داعی حق اور خیر کے لئے ایک ہیں !

المشتہر: میجر (ریٹائرڈ) محمد امین منہاس ۔ تحریک فہم القرآن

مکان نمبر ۳۴ ۔ گلی نمبر ۴ ' سیکٹر ایف ۶ / ۳ ۔ اسلام آباد ۔ (فون -- ۲۱۳۴۰۶)

الہدیٰ

سورۃ البقرہ
(آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

اور یاد کرو جب کہ ابراہیمؑ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیلؑ بھی ' اے ہمارے رب قبول کرلے ہم سے ' بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○

(بیت اللہ کی بنیادیں اٹھاتے اور دیواریں تعمیر کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں کے لبوں پر یہی دعا تھی کہ اے ہمارے پروردگار ' ہماری اس خدمت کو شرف قبول عطا فرما! تو سمیع و علیم ہے اور ہمارے ظاہری احوال ہی سے نہیں باطنی کیفیات سے بھی پورے طور پر باخبر ہے!)

اے ہمارے پرور دگار ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار امت اٹھا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما' بے شک تو توبہ قبول کرنے والا ' رحم فرمانے والا ہے ○

(یہ دعا اس انتہا درجے کی عاجزی اور انکساری کی غماز ہے کہ جو مقام بندگی کا لازمی تقاضا ہے کہ اتنے بلند مقام پر پہنچنے اور مرتبہ نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے باوجود وہ دونوں برگزیدہ حضرات اپنے رب سے گڑگڑا کر درخواست کرتے ہیں کہ انہیں توفیق دے کہ وہ فرمانبرداری کی روش پر قائم رہ سکیں اور اپنی آئندہ نسل کے لئے بھی ملتجی ہیں کہ ان میں ایسی امت اٹھا جو مسلمان کہلا سکے یعنی اپنے رب کی انتہائی مطیع فرمان ہو' ---- اور اے ہمارے رب ہمیں عبادت کے طور طریقوں بالخصوص حج کے مناسک سے آگاہی عطا فرما اور ہماری خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ہماری توبہ کو قبول فرما کہ تو ہی اپنے خطا کار بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا اور انہیں اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمانے والا ہے!)

اے ہمارے رب تو ان میں مبعوث فرما ایک رسول انہی میں سے ' جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں تعلیم دے کتاب اور حکمت کی اور ان کا تزکیہ کرے ' بے شک تو سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے ○

(کہ اے پروردگار ہمارے بعد ہماری آئندہ نسل میں ایک ایسا صاحب شریعت رسول مبعوث فرما جو بھرپور طور پر کار نبوت و رسالت سر انجام دینے والا ہو۔ وہ تیرا کلام اور تیری آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائے ' انہیں شریعت و قانون کی تعلیم دے اور حکمت دین سے بہرہ مند کرے ' اور انہیں تمام فکری و عملی برائیوں اور بیماریوں سے پاک صاف کر دے ' بلاشبہ تو سب پر غالب و برتر اور کمال حکمت والا ہے ---- اسی دعا کی قبولیت کا ظہور بعثت محمدیؐ کی شکل میں ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں اللہ کا وہ آخری اور کامل رسول خورشید ہدایت بن کر طلوع ہوا جسے نوع انسانی محمدؐ کے نام سے جانتی ہے ' جس کی آمد سے شرک اور کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور عرب کی سرزمین نور ہدایت سے جگمگا اٹھی ' جس نے تلاوت آیات ' عمل تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کے ذریعے نہ صرف افراد کی زندگیاں بدل ڈالیں بلکہ ایک بھرپور انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں پورے جزیرہ نمائے عرب میں دین حق کو قائم و غالب اور اللہ کے کلمہ کو برتر و سربلند کردیا۔ فصلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا)

پاک بھارت تعلقات کی بہتری کے اقدامات کے لئے دباؤ بڑھ رہا ہے؟

مسئلہ کشمیر کو مرحلہ وار حل کرنے کی تجویز!

عبدالکریم عابد

پاکستان اور بھارت کے تحت مقبوضہ اور آزاد کشمیر کے وفاق کے امکانات

پاکستان کا نقطہ نظر ہے کہ مسئلہ کشمیر حل ہوگا تو پاک بھارت تعلقات بہتر ہوجائینگے' جبکہ بھارت کا اصرار ہے کہ پہلے آپ تعلقات بہتر کریں' ایک نئ فضا پیدا کریں پھر مسئلہ کشمیر بھی حل ہوسکے گا۔اس بحث میں مغربی دنیا بھارت کے ساتھ ہے اور پاکستان پر شدید دباؤ ہے کہ وہ بھارت سے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لئے تیزی سے اقدامات کرے ۔ یہ اقدامات آمد و رفت' تجارت اور دوسرے شعبوں میں کرنے ہونگے۔ بھارت بھی زبان سے تو کہتا ہے کہ باہمی تعلقات کی بہتری کے لئے اقدامات ضروری ہیں لیکن دل سے وہ بھی اس کے لئے تیار نہیں اور سمجھتا ہے کہ پاک بھارت کشیدگی اور دوری کا قائم رہنا ہی بھارت کے مفاد میں ہے لیکن کشمیر میں وہ بری طرح پھنس گیاہے۔ بیشتر پاکستانیوں کی یہ خوش فہمی صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ مسئلہ کشمیر کے حل کا وقت آگیا ہے اور بھارت کشمیر سے فوراً پسپائی اختیار کرے گا۔ بھارت پسپا ضرور ہوگا لیکن ہمارے لئے بھی کشمیر سے نئے جن بھوت برآمد ہونگے اور علیحدہ کشمیر کا نعرہ پریشانیاں پیدا کرے گا۔ کشمیر میں آج جو مسلح گروہ ہیں وہ افغانستان کا منظر پیش کرسکتے ہیں' اس لئے کشمیر کی تصویر کے اس پہلو کو بھی سامنے رکھنا چاہیے ۔ویسے یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ بھارت کا سامراج کشمیر میں دم توڑ رہا ہے۔

ڈاکٹر رمیش ٹھاکر نیوزی لینڈ کی یونیورسٹی میں ایشیائی امور کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے مشہور رسالہ فارن افیرز میں لکھا ہے کہ بھارت کے لئے کشمیر میں چار راستے ہیں ۔ ایک یہ کہ موجودہ صورت حال کو برقرار رکھے لیکن اس کے نتیجے میں بھارت رسوا ہوتا جائے گا اور اس کی اقتصادیات پر بوجھ بھی بڑھتا چلا جائے گا ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ آزاد کشمیر پر حملہ کرے اور اس پر قبضہ کرے' یہ ممکن نہیں ہے اور بھارت جب چھوٹے سے مقبوضہ کشمیر پر اپنا کنٹرول نہیں رکھ سکتا تو پورے آزاد کشمیر پر کیسے حکومت کرے گا ۔ اس لئے باقی دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں ۔ ایک یہ کہ کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرے اور کشمیریوں کو اس فیصلے کا حق حاصل ہو کہ وہ پاکستان سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں یا آزاد رہنا چاہتے ہیں ۔ ایک آخری اور چوتھی صورت یہ ہے کہ بھارت یہ تنازعہ بین الاقوامی عدالت انصاف میں اس اعلان کے ساتھ پیش کردے کہ عدالت کا جو بھی فیصلہ ہوگا' بھارت اسے قبول کرلے گا۔ یہ اقدام اس لحاظ سے بہتر ہوگا کہ آج کی دنیا میں تنازعات کے تصفیہ کے لئے آئینی اور قانونی طریق کار کو بالادستی حاصل ہوسکے گی اور ایک اچھی مثال قائم ہوگی جس پر دوسرے بین الاقوامی تنازعات کے سلسلہ میں بھی عمل ہو سکے گا ۔ رمیش ٹھاکر نے لکھا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی پولیس اور فوج کی کارروائیوں نے اسے دنیا بھر میں بدنام کردیا ہے اور کشمیر بھارتی جمہوریت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے ۔ اس داغ کو جلد از جلد ختم کرنا چاہیے اور کشمیر کا مسئلہ حل ہوتا ہے تو بھارت کے اندر بھی فرقہ پرستی پر قابو پانے میں مدد ملے گی ' پاکستان' چین اور عالم اسلام سے تعلقات بھی ترقی کرسکیں گے اور برصغیر میں قومی وسائل کا افسوس ناک ضیاع ختم ہوسکے گا جبکہ جنگی یا دفاعی بجٹ کی رقم غربت دور کرنے کے لئے خرچ ہوسکے گی ۔

پروفیسر رمیش ٹھاکر کی یہ سوچ نئی نہیں ہے ۔ خود ہندوستان میں اب اس طرز پر سوچنے والے بہت ہیں اور اعلانیہ اس کا اظہار بھی کررہے ہیں ۔ سردار پٹیل نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ کشمیر میں کیا رکھا ہے' یہ مسلمان تمہارے گلے پڑ جائیں گے ۔ ان سے جان چھڑالینا ہی بہتر ہے لیکن نہرو کی کشمیر سے جذباتی وابستگی تھی اور جذباتیت نے بھارت اور پاکستان کے درمیان تنازعہ کھڑا کردیا اور اب بھارتی رہنماؤں کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس مصیبت سے کس طرح نجات حاصل کی جائے ۔

مشہور مغربی مصنف سٹیفن فلپ کوہن نے امریکہ کے امور خارجہ کے انسٹی ٹیوٹ کے لئے کشمیر پر اپنا جائزہ پیش کیا ہے ۔ اس میں کہا گیا ہے کہ پانچ باتیں اہم ہیں: پہلی یہ کہ کشمیر کا جھگڑا برطانیہ کی بدنیتی یا نالائقی نے پیدا کیا۔ دوسرا یہ کہ جب کشمیر کا جھگڑا پیدا ہوگیا تو دونوں ملکوں کی داخلی سیاست میں اسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی ۔ تیسرا یہ دونوں ملکوں کے سول اور فوجی رہنماؤں کے لئے کشمیر ایک ایسا نعرہ بن گیا جس کے ذریعہ وہ عوام پر قابو پاسکتے تھے اور ان کے جذبات میں ہیجان برپا کرسکتے تھے اور چوتھی بات یہ کہ اس سیاست کے نتیجے میں دونوں ملکوں میں جنگ و جدل کی نوبت آگئی ۔ سیاچین اس جنگ کا آج بھی ایک الم ناک منظر ہے اور یہ کہ کشمیر میں گلگت سوات اور شمالی علاقہ جات بھی شامل سمجھے جاتے ہیں' بھارت ان سب کا دعویٰ دار ہے اور کشمیر کا ایک حصہ چین کے پاس بھی ہے جو بھارت اس سے واپس حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ اس پس منظر میں

ب مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں میں حق خود اختیاری کی ایک تحریک ہے اور یہ بھارت پاکستان دونوں کے لئے خطرہ ہے۔

کشمیریوں کی نئی نسل کی نظر وسیع و عریض دنیا پر ہے۔ ان کی نظر میں دہلی اور اسلام آباد کچھ نہیں ' دونوں ہی غیر جمہوری اور غلط ہیں۔ کشمیری مسلمان کے لئے پاکستان کوئی نمونہ نہیں بن سکا اس لئے وہ افغانستان ' ایران ' مشرق وسطیٰ ' امریکہ برطانیہ اور کینیڈا سب طرف دیکھ رہے ہیں کہ کہاں سے ہمیں کیا مدد مل سکتی ہے۔ کشمیریوں کو بھی خیال ہے کہ ہمارے لئے تو سیاحت کی آمدنی ہی بہت ہوسکتی ہے اور اقتصادی طور پر ہم اپنے پر انحصار کرسکتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو جمہوریت اور قوم پرستی کا وہ جذبہ جس نے روس کو توڑ دیا ' کشمیر میں بھی کام کررہا ہے۔ شملہ سمجھوتہ کے تحت یہ مسئلہ حل ہوسکتا تھا لیکن اب اس کا وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

فلپ کوہن کے مطابق اس نے ذاتی طور پر پاکستان اور بھارت کی حکومتوں سے کہا تھا کہ وہ اس مسئلہ کو آگے نہ دھکیلیں ' ابھی تصفیہ کرلیں۔ بعد میں تصفیہ اور بھی مشکل ہوجائے گا اور یہی ہوا کہ ۱۹۸۰ء کے بعد کشمیر میں علیحدگی کی ذہنیت اور تحریک نے جڑ پکڑ لی ہے۔ اب یہ ایک مسئلہ ہے جس میں افغان جنگ اور ایٹمی اسلحہ کی تیاری کے شوق نے اور پیچیدگی پیدا کردی ہے۔ بھارتی رہنماؤں کا خیال ہے کہ افغانستان کے جنگجو کشمیر میں استعمال ہونگے اور پاکستان کے پاس سودے بازی کے لئے ایٹم بم بھی ہوگا۔ اب کشمیر کے کئی حل بتائے جاتے ہیں ' تقسیم ' رائے شماری اور اقوام متحدہ کی تولیت۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ وادی کشمیر ' آزاد کشمیر ' جموں اور لداخ کو الگ الگ ریاستوں کی حیثیت حاصل ہو۔ اس طرح مسلمانوں کے ساتھ ہندو اور بودھ آبادی بھی مطمئن ہوگی۔

فلپ کوہن لکھتا ہے کہ اس نے مارچ اپریل ۹۰ء میں برصغیر کے تیس بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ دو ماہ تک مختلف لوگوں سے کشمیر پر بات چیت کی' بھارت میں مدراس ' کلکتہ ' حیدر آباد اور بمبئی والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ' دہلی کا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں سندھیوں ' مہاجروں ' بلوچیوں اور پختونوں کے لئے یہ ثانوی مسئلہ ہے اور بنیادی مسئلہ پنجاب سے تعلقات کا ہے۔ خود کشمیر کے اندر بھی مسئلہ کشمیر پر کوئی ایک رائے نہیں پائی جاتی الگ الگ طرح کی سوچ ہے۔ اس تجزیہ کے بعد فلپ کوہن لکھتا ہے کہ یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ مسئلہ کشمیر کا حل چٹ منگنی پٹ بیاہ کے طور پر نکل آئے گا۔ یہ مرحلہ وار ہی حل ہوسکے گا۔ جو مسئلہ برسابرس تک لٹکتا رہا ہے ' وہ حل ہونے میں وقت لے گا مگر اس کے حل کے لئے کچھ ہونا ضرور چاہیے۔ اگر اسرائیل عرب مصالحت کی کوشش آگے بڑھ سکتی ہے تو کشمیر کی بات بھی آگے چلے گی۔ تاہم حل ایسا ہونا چاہیے جو بھارت اور پاکستان دونوں کے مفاد میں ہو اور کشمیریوں کی امنگوں کے بھی مطابق ہو۔

اس کا کہنا ہے کہ کشمیر کے سلسلہ میں کچھ نہ کرنا بہت غلط ہوگا کیونکہ اس سے آگے حالات مزید خراب ہونگے۔ یہ خیال غلط ثابت ہوگیا ہے کہ برصغیر میں وقت زخموں کا مرہم بن سکتا ہے کیونکہ ہر آنے والا دن زخموں کو ہرا کررہا ہے بلکہ ان پر نمک پاشی کرتا ہے۔ یہ ایسا تنازعہ ہے جس کی وجہ سے نہ صرف دس کروڑ ہندوستانی مسلمان یرغمال بن گئے ہیں بلکہ پورا برصغیر اس مسئلہ کے سبب یرغمال ہے۔ اگر یہ جھگڑا نہ ہو تو برصغیر ترقی کی بلندیوں پر پہنچ سکتا ہے کیونکہ پاک بھارت تعاون سے ایک نئی دنیا تعمیر ہوگی اور دونوں ملک آج سے زیادہ طاقتور اور زیادہ باعزت ہونگے۔

سوال یہ ہے کہ مسئلہ کے حل کے لئے کیا راہ اختیار کی جائے؟۔ فلپ کوہن کے خیال میں کسی ایک حل پر توجہ مرکوز کرنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ بیک وقت بہت سارے حل سامنے رکھ کر مسئلہ کے حل کے لئے پیش قدمی کرنی چاہیے اور فلپ کوہن کے خیال میں چھ راستے بیک وقت اختیار کئے جاسکتے ہیں ' ان راستوں پر کچھ عرصہ چلنے کے بعد ایک کی خوبی یا خامی سامنے آجائیگی ' پھر ہم کسی ایک کو قطعی طور پر اختیار کرسکیں گے اور جس راستے کو اختیار کرنا ہے اس کی مشکلات واضح ہونے کے بعد اس پر قابو پانے کے لئے بھی کچھ کیا جاسکے گا۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ کشمیر پر ہندوستان پاکستان کے ذہن تو بند ہیں اس لئے بیرونی عنصر کو معاملہ فہمی کرانے کے لئے دعوت دی جائے۔ امریکہ تنہا پیش قدمی کرسکتا ہے ' روس کے ساتھ مل کر بھی کرسکتا ہے۔ جیمز بیکر سری نگر جاسکتے ہیں ' اقوام متحدہ کردار ادا کرسکتی ہے ' مگر مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ اور روس کو مسئلہ کشمیر سے کوئی حقیقی دلچسپی ہے نہ وہ اس مسئلہ کو اولیت دینے کے لئے تیار ہونگے۔ ان کے پاس دوسرے مسائل بہت ہیں۔ پھر امریکہ بیچ میں آیا تو امریکی کانگریس کی مختلف لابیوں کی دھاچوکڑی اور کھینچا تانی ہوگی لیکن اقوام متحدہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ پہلے ہی کچھ نہ کچھ مسئلہ کشمیر سے متعلق ہے ' وہاں جنگ بندی لائن پر اس کے مبصرین بھی نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی کشمیر پر قرار دادیں بھی ہیں۔ اقوام متحدہ ایک جائزہ کمیشن مقرر کرکے کشمیر کے بارے میں رپورٹ تیار کرسکتی ہے۔ اس رپورٹ کی تیاری کے لئے تمام فریقوں سے گفتگو بھی کرسکتی ہے۔

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان اب ایسی ڈھیلی ڈھالی وفاقیت کی جانب بڑھ رہے ہیں جس میں ریاستوں کو زیادہ آزادی ہوگی۔ اس عمل میں تیزی بھی آسکتی ہے اور اس عمل کے دوران ممکن ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کا بھی ایک ایسا وفاق بنادیا جائے جس کے تحت فوری طور پر باہمی آمد و رفت اور تجارت ممکن ہوسکے۔ اس طرح کشمیر دونوں ملکوں کے درمیان ایک ایسا حد فاصل ہوگا جو ان کو متصادم ہونے سے روک بھی سکے گا اور ان میں باہمی ربط و ضبط کا ذریعہ بھی ہوگا۔ کشمیری وفاق اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ فی الحال دونوں حصے اسلام آباد اور دہلی سے اپنا تعلق قائم رکھیں اور ایک بات یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں اس اصول پر اتفاق کرلیں کہ جمہوریت کو مقدس حیثیت حاصل ہے اور جو فیصلہ بھی ہو وہ جمہوری ہونا چاہیے اور جمہوریت کو دونوں جانب پنپنے اور ترقی کرنے کے مواقع ملنے چاہئیں اور فیصلہ کن چیز بلٹ نہیں بیلٹ ہونی چاہیے۔

ہندوستان پاکستان ماضی میں جمہوریت کی باتیں بہت کرتے رہے ہیں لیکن دونوں نے بندوق کے ذریعہ فیصلہ کی کوشش کی ہے تاہم ۴۵ سال کی بندوق بازی بے کار رہی۔ پھر بھارت اور پاکستان کو آپس میں ہی تصفیہ نہیں کرنا ' انہیں کشمیریوں کے ساتھ بھی تصفیہ کرنا ہے اور آخر کار ایک ایسے تصفیہ کی ضرورت ہوگی جس پر بھارت' پاکستان کشمیر اور چین سب کا اتفاق رائے ہو۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کشمیر کے جھگڑے نے پاک ہند جھگڑا پیدا نہیں کیا ہے۔ جھگڑے کی اصل اور بنیادی وجوہات کچھ دوسری ہیں۔ ان وجوہات نے کشمیر کے قضیہ کو بھی جنم دیا ہے۔ یہ وجوہات کیا ہیں' اس سے قطع نظر یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں ایسے افراد اور گروہوں کی تعداد میں اضافہ ہو جن کا مفاد باہمی تعلقات کی خوش گواری پر ہو کیونکہ اعتماد باہمی یا مفاہمت باہمی کو پروان چڑھانے کے لئے بہت سے اقدامات کرنے ہونگے۔ خاص طور پر دونوں ملکوں میں تجارت کو بڑی ترقی دینی ہوگی۔ اس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان اخبارات ' رسائل ' کتابوں ' صحافیوں ' دانشوروں اور سیاحوں کی آزادانہ آمد و رفت کو ممکن بنانا ہوگا۔ اس وقت تو حالت یہ ہے کہ کسی پاکستانی نے ہندوستان پر اور کسی ہندوستانی نے پاکستان پر کوئی لائق مطالعہ کتاب نہیں لکھی جو فیلڈ ریسرچ کی بنیاد پر ہو۔

پھر یہ کہ دونوں ملکوں کے درمیان پروپیگنڈہ کی جنگ بند ہونی چاہیے۔ آئی ایس آئی ' را ' کے جی بی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اب یہ منافقت‘ یہ میکیاولی سیاست نہیں چلے گی

حکومت کی دو عملی کا پردہ چاک ہو گیا ہے

مذہبی سیاسی جماعتوں نے بھی یہاں سیاست میں خوب پھاگ کھیلا

تلخیص: ریاض الحق

۴ر ستمبر کو مسجد دارالسلام باغ جناح میں ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ کی دوسری اور آخری قسط

مسلم لیگ اور تحریک پاکستان اصلاً ‘ حقیقتاً سیکولر مزاج کی‘ مسلمانوں کی قومی تحریک تھی۔ البتہ اس نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لئے اسلام کا نعرہ لگایا اور یہ کوئی بددیانتی کی بات نہیں تھی۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو جمع کر کے ایک ملک بنایا جائے اور جب مسلمانوں کا ملک بن جائے گا تو اسلام بھی آجائے گا۔ جب اکثریت مسلمانوں کی ہو گی تو اسلام کیوں نہیں آئے گا؟ میں اس کی نفی تو نہیں کرتا لیکن ایک ہوتا ہے تحریک کا بنیادی فکر‘ اس کی ترجیحات اور یہ کہ تنظیم میں آگے کون جائے گا؟ وہی جس کا مذہب کے ساتھ کوئی عملی تعلق ہو یا اس بات سے کوئی سروکار ہی نہ ہو کہ مذہبی ہے یا نہیں۔ چاہے کوئی خدا کا منکر ہی ہو‘ چاہے کوئی قادیانی ہی ہو‘ وہ بھی آگے جا سکتا ہے۔

مذہبی گروہوں کا کردار: پہلا مرحلہ

میں نے علماء کا ذکر کیا‘ جمعیت علمائے ہند‘ احرار اور خود جماعت اسلامی کا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ جماعت کے قیام سے قبل مولانا مودودی نے ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ قومیت کی مخالفت کر کے قومی تحریک کو تقویت دی لیکن پاکستان کا ریزولوشن آنے کے بعد مولانا مودودی نے راستہ علیحدہ کر لیا اور صاف کہا کہ یہ قومی تحریک ہے‘ اس کا مذہب اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے‘ دھوکہ دیتا ہے۔ اس میں سیدھی بات یہ ہے کہ ان کی کتابیں اور تحریریں موجود ہیں۔ انہوں نے صاف کہا کہ اس راستے سے اسلام نہیں آ سکتا اور انہوں نے صحیح کہا تھا غلط نہیں کہا۔ قومی تحریک کے نتیجے میں قومی وطن تو وجود میں آسکتا ہے‘ اسلام کیسے آجائے گا۔ وہ تو اسلامی تحریک کے نتیجے میں آئے گا‘ اسلام تو اسلامی انقلاب کے ذریعے آئے گا۔ تاہم ریکارڈ صاف رکھنا چاہئے‘ وقتی مصلحتوں کی وجہ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ جھوٹ بولنے سے اپنی اخلاقی قوت کمزور ہو جاتی ہے‘ آدمی کی اپنی بات میں وزن نہیں رہتا۔ اس کا اپنا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے اور اس کی بات میں تاثیر نہیں رہتی۔ آپ جھوٹ کو کچھ عرصے تک پروپیگنڈے کے زور پر چلا لیں گے لیکن اس میں دوام نہیں ہوتا‘ پائیداری نہیں ہوتی۔ دوام سچائی کو ہی حاصل ہے۔

دوسرے مرحلے میں ان کا کردار

یہ تو پہلا مرحلہ تھا‘ دوسرے میں پاکستان بننے کے بعد بیچاری مسلم لیگ انا للہ ہوئی‘ قائداعظم کا انتقال ہو گیا‘ قائد ملت بھی شہید کر دیئے گئے اور رہی سہی کسر خواجہ ناظم الدین کا تختہ الٹ کر پوری کر دی گئی۔ بیوروکریسی نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی‘ مسلم لیگ تو اس کے بعد سے آج تک کہیں پائی ہی نہیں جاتی۔ بس ایک نام رہ گیا ہے۔ میں نے ۱۹۷۱ء میں کچھ مقالات لکھے تھے کہ لوگ مسلم لیگ کے مردے کو چار ٹکڑوں میں بانٹتے پھر رہے ہیں‘ کوئی قیوم لیگ ہوتی تھی‘ کوئی جناح لیگ‘ کوئی کنونشن لیگ‘ کوئی کونسل لیگ‘ لیکن مردے کے کسی حصے میں جان نہیں ہوتی۔ سب سے بڑا ظلم اور ستم یہ ہوا کہ اسلام کے جس نعرے کے حوالے سے مسلم لیگ نے پاکستان بنایا تھا‘ ساری مذہبی جماعتوں نے پاکستان آکر اس نعرے کے بل پر سیاست شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جماعت اسلامی نے بھی جس نے اس قومی تحریک کا ساتھ نہیں دیا تھا‘ اسی نعرہ کا سہارا لے کر سیاست کے میدان میں چھلانگ لگا دی اور خوب پھاگ کھیلا۔ یہ وہ تاریخی مجرمانہ حرکت ہے کہ آج کی ہماری ساری مصیبتیں جس کا نتیجہ ہیں۔ اس پر اللہ معاف کر سکتا ہے لیکن تاریخ معاف نہیں کرے گی۔ اللہ تو نیتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا اور میں نے اپنی کتاب "تحریک جماعت اسلامی‘ ایک تحقیقی مطالعہ" میں صاف لکھا تھا کہ مجھے کسی کی نیت پر شبہ نہیں‘ عجلت پسندی سے ہو گیا‘ جلد بازی میں یہ قدم اٹھ گیا لیکن جلد بازی کی غلطی کا نتیجہ تو نکلے گا۔ سورہ طٰہٰ کا کتنا پیارا مقام ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی جواب طلبی ہو رہی ہے "اے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر وقت معینہ سے پہلے کیوں آ گئے ہو؟" عرض کیا پروردگارا میں تو جلد آیا تاکہ تو راضی ہو جائے‘ تو میرا شوق دیکھ‘ میرا انتظار دیکھ۔ فرمایا نہیں‘ تمہاری عجلت پسندی کا نتیجہ نکل چکا ہے‘ تمہاری قوم فتنے میں مبتلا ہو گئی ہے۔ نیت میں چاہے کوئی فتور نہ بھی ہو‘ جس کا معاملہ اللہ کے ہاں طے ہو گا لیکن عملاً جو غلطی ہو جاتی ہے‘ اس کا نتیجہ دنیا میں ضرور نکلتا ہے۔

مذہبی جماعتوں نے ملکی سیاست میں اسلام کا نعرہ لگایا اور سیاسی پھاگ کھیلا ہے اور اس سے بڑی بدقسمتی جو اس ملک کی ہوئی‘ شاید سب سے بڑی بدقسمتی‘ وہ ضیاء الحق صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔ ویسے تو سب سے پہلی غلطی ہی بنیادی تھی‘ پھر ایک کے بعد دوسری اور تیسری غلطی ہوئی اور تیسری منزل ہی سب سے اونچی ہوتی ہے۔ ضیاء الحق صاحب نے اسلام کے نام پر سب کی کمائی

ہوئی جو کھیر کھائی ہے وہ اس کا نقطہ عروج (climax) ہے۔ کھیر پکائی مولویوں نے' جماعت اسلامی نے' جمعیت علمائے اسلام نے اور پی این اے کی تحریک نے اشتہا پیدا کی۔ پھر لوگوں نے جانیں دیں اور نعرے بھی لگائے لیکن پورے گیارہ برس تک کھیر کھائی جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے 'یہ ہمارے قومی سطح کے جرائم تھے۔

غلط کاموں کے برے نتیجے

ان تین غلطیوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اس پورے پینتالیس برس کے عرصے میں کوئی ذہنی اور فکری تبدیلی واقع نہیں ہوئی' وہی مادہ پرستانہ ذہن' فکر اور سوچ ہے۔ اسی طرح طرزِ عمل' نقطہ نظر اور تعلیم و تربیت ہر چیز جوں کی توں مادہ پرستانہ ہے۔ آپ کے ہاں بھی اسی سیکولر عالمی تہذیب کا عکس ملے گا۔ دوسرے' اسلام کے حق میں کوئی مضبوط اور منظم رائے عامہ بھی بیدار نہیں ہوئی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ لوگوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جاتا کہ کٹ مریں گے لیکن کسی غیر اسلامی نظام کو نہیں آنے دیں گے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مضبوط اور منظم رائے عامہ ہو۔ یہ بھی نہیں ہو سکا۔ ووٹ لے لو' نعرے لگوالو' اس سے آگے کی بات نہ کرو۔ خود اسلام پسند بھی بٹے ہوئے ہیں' ایک اسلام جے یو آئی کا ہے' ایک جے یو پی کا اور ایک اسلام جماعت اسلامی کا ہے۔ اب یہ کچھ جمع ہو رہے ہیں لیکن جمع ہونے سے کیا بنتا ہے۔ اب تو صفر جمع صفر جمع صفر' صفر ہی رہے گا۔ وقت کے دریا میں اتنا پانی بہہ چکا ہے اور آپ سیکولرزم کی طرف اتنے آگے جا چکے ہیں کہ یہ سارے صفر جمع کر کے بھی اس کا راستہ نہیں روکا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اخلاق اور افعال کے اندر اسلام کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی بلکہ اس میدان میں انتہائی تنزل ہوا۔ اخلاق کا بیڑا غرق ہوا' دیانت کا سفینہ ڈوب گیا' امانت کا جنازہ نکل گیا۔ یہ ہے وہ نفاق عملی جس کے لئے میں نے شروع میں سورہ توبہ کی آیات ۷۵ تا ۷۸ پڑھیں۔ ان منافقوں میں ایک خاص قسم ان منافقوں کی ہے جنہوں نے اللہ سے ایک عہد کیا تھا کہ اگر اللہ اپنے فضل سے نواز دے گا تو ہم خوب صدقہ خیرات کریں گے اور بڑے صالح اور نیک بن جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں نواز دیا اپنے فضل سے تو انہوں نے بخل سے کام لیا اور پیٹھ پھیر دی' اعراض کیا اور بھول گئے کہ ہم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ اس کی سزا کے طور پر ہم نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اور وہ نفاق اس دن تک رہے گا جس دن کہ یہ ہمارے پاس آئیں گے۔ گویا یہ نفاق ختم ہونے والا نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اکثر ویشتر میں جب اس حصے کا حوالہ دیا کرتا ہوں تو اس وعید کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس سے زیادہ سخت تنبیہ اور تہدید کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہ نفاق ختم نہیں ہو گا بہ سبب اس خلاف ورزی کے جو انہوں نے اس وعدے کی کی جو اللہ سے کیا تھا اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ بولا۔ اسکی سزا انہیں ملی۔

لرزا دینے والی وعید

اس سے اگلی آیت کا میں نے اس سے پہلے کبھی بھی حوالہ نہیں دیا لیکن آج اس کے ساتھ شامل کر رہا ہوں۔ "کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ ان کے کھلے اور چھپے سب سے واقف ہے؟" جو کچھ اندر کر رہے ہیں اس سے بھی واقف ہے اور جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ " اور اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے" بلکہ اسی سورہ کی آیت نمبر۱۱۰ کو سن کر تو کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔" اب ان کے دلوں میں جس نفاق نے ڈیرے ڈال لئے ہیں اور نفاق کی جس عمارت کی بنیاد پڑ گئی ہے' یہ عمارت نہیں ختم ہو سکتی جب تک کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دئے جائیں۔" یہ ہے وہ نفاق عملی جس کو حدیث میں کہا گیا ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب بولے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے' جب امین بنایا جائے خیانت کرے۔ یہ تین پیمانے دے دئے گئے معاشرے کے لئے۔ ہمارے اس معاشرے میں جو جتنا اونچا ہے' اتنا ہی جھوٹا' وعدہ خلاف اور خائن ہے۔ اس وقت بددیانتی اور خیانت کے مقابلے ہو رہے ہیں۔ "ہم نے لوٹا ہے تو کیا' تم نے بھی تو لوٹا تھا۔ ہمارے ہاں سکینڈل ہیں تو کیا تمہارے زمانے میں نہیں تھے؟" بات کا انداز ہی اب یہ ہے' یہ نہیں کہ ہم نے نہیں لوٹا۔ اس حمام میں تو سب ننگے ہیں۔ دوسری حدیث میں منافق کے چار اوصاف بیان ہوئے کہ اگر چاروں ہیں تو کٹر منافق ہے اور اگر ایک ہے تو ۲۵ فی صد منافق ہے۔ "جب بولے جھوٹ بولے' جب امین بنایا جائے خیانت کرے' جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور کہیں جھگڑا ہو جائے تو آپے سے باہر ہو جائے۔"

اب تک کا حاصل کیا ہے؟

اس کے مقابلے میں جو کھویا اور پایا' اس کو بھی گن لیجئے۔ اب تک کا حاصل صرف یہ ہے کہ کچھ نمائشی (cosmetic) اسلام آیا ہے۔ عید میلادالنبی بڑے زور شور سے منائی جاتی ہے اور سیرت کے جلسے خوب ٹھاٹ سے ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ کچھ خالص دستوری (constitutional) لیکن محدود (controlled) یا محتاط (guided) قسم کی دفعات ہیں جو دستور میں آئی ہیں۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر اپنے نوٹس تیار کئے ہیں اسلئے ان کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ میں ہر لفظ سوچ سمجھ کر بول رہا ہوں۔ ایک دفعہ آ بھی گئی' لیکن اس کو ختم (NULLIFY) کرنے والی دفعہ بھی ساتھ چسپاں ہے تاکہ بندش نہ ہو جائے یا پکڑ نہ ہو جائے۔ قرارداد مقاصد آگئی' بہت بڑی بات تھی لیکن یہ صرف دیباچہ (preamble) تھی' اس کی کوئی حیثیت تھی ہی نہیں۔ پھر اسے لے کر دفعہ ۲ الف بنا دیا لیکن اس کے ساتھ وہ ساری دفعات بھی موجود ہیں جن میں اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں رہتی۔ اس کے تحت باقی ساری دفعات کا صفایا ہو جاتا تب تو بات تھی لیکن جو اس کے منافی دفعات تھیں' وہ بھی موجود ہیں۔ ہائی کورٹ ایک فیصلہ کرتی ہے دفعہ ۲ الف کے حوالے سے لیکن سپریم کورٹ کہتی ہے کہ نہیں صاحب' یہ ۲ الف تو ہے لیکن یہ پورے دستور کے اوپر حکمران نہیں ہو گئی۔ دستور کی بقیہ دفعات بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنی یہ ۲ الف ہے۔ یہ بھی قرار داد مقاصد کے ہم پلہ ہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ بنائی تو چار ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

آج تک کا کل حاصل یہی ہے۔ سیاسی جماعتوں نے مل جل کر اب تک جو تیر مارا وہ بس یہ ہے۔ لیاقت علی خاں سے لے کر ضیاء الحق تک اور تمام مذہبی جماعتوں کی سیاست میں محنت اور کوشش کا حاصل یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا۔ چونکہ یہ صرف کچھ دستوری چیزیں ہیں جن میں سے کسی کی حیثیت فیصلہ کن نہیں' لہٰذا گاڑی چل رہی تھی۔ منہ سے اسلام کا نعرہ بھی لگاؤ' نفاذ

شریعت بل بھی پاس کردو لیکن دیکھنا کہیں ہاتھ نہ بندھ جائے' پکڑے نہ جائیں۔ نفاذ شریعت ایکٹ بھی ہو گا لیکن دستور اور نظام بالا تر رہے گا۔ نفاذ شریعت ایکٹ بھی ہو گا لیکن سود چلتا رہے گا چاہے باہر کا ہو یا اندر کا' لہٰذا دونوں طرف چلو لیکن ایک خاص مرحلہ ایسا آگیا ہے کہ اب یہ منافقانہ اسلام نہیں چل سکتا۔ وہ فیڈرل شریعت کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ ہے اور یہی ہے وہ دوراہہ جو اس ملک کے سامنے آگیا ہے۔

اصل دوراہہ..... سود پر عدالتی فیصلہ

آصف احمد علی بالکل صحیح اور سچی بات کہتا ہے کہ ہم ایک دوراہے پر آگئے ہیں کہ یا تو سپریم کورٹ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کو رد کر دے اور ہمارا راستہ کھول دے ورنہ ہم یہ ساری بساط الٹ دیں گے' آپ کی فیڈرل شریعت کورٹ' دستوری ترمیم اور یہ وہ سب کچھ اٹھا کر پھینک دیں گے۔ کوئی اور راستہ نہیں ہے اسلئے کہ جانا تو ہمیں سیکولرزم کی طرف ہے۔ جب تک یہ زبانی کلامی اسلام چل رہا تھا ٹھیک تھا' اس سے کیا بگڑتا تھا۔ آخر نام لے لینے سے کیا بگڑتا ہے بندش تو کوئی تھی ہی نہیں' نہ کوئی پابندی تھی۔ خبر نہیں ضیاء الحق سے کیسے یہ غلطی ہو گئی تھی کہ انہوں نے دس سال کی قید رکھ دی۔ اگرچہ عائلی قوانین دس سال بعد بھی فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرے میں نہیں آئے' وہ توابدی ہیں' محرمات ابدیہ میں شامل ہیں لیکن پتہ نہیں کیا ہوا' کبھی کبھی کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ کسی سے کوئی غلطی ہو گئی' سوچا ہو گا کب آئے دس سال' لیکن وہ آگئے اور یوں وہ دوراہہ آگیا۔ اب فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ اتنا مدلل ہے کہ سپریم کورٹ بھی کیا کرے گی۔ اس کا بھی جو شریعت بنچ ہے' اس میں علماء موجود ہیں' تو آخر وہ کیا کریں گے؟ اس کو کہتے ہیں بند گلی۔ اس وقت بالکل بحران کی کیفیت ہے' یا چناں کن یا چنیں' اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں۔ اسلام کی طرف آئیں تو کیسے؟ امریکہ کو ناراض کریں' بیرونی سرمائے کی امید سے ہاتھ دھو لیں؟۔ ہمارے تو سارے نقشے اسی پر ہیں۔ چنانچہ جو چیخ ماری ہے رانا نذیر احمد صاحب نے وہ یہی تو ہے کہ کوئی بھی آنے کو تیار نہیں ساری خوشامدیں کر لیں' بڑی بڑی کانفرنسیں کر لیں' انکے لئے بڑے بڑے فنکشن کر لئے' بلا کے کھلایا پلایا' سیریں کرائیں لیکن کوئی بھی پیسہ لے کر آنے کو تیار نہیں۔ یہ ایک بہت بڑی فریاد ہے کہ باہر والوں کو تو نظر آ رہا ہے کہ تمہاری فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ ابھی تک موجود ہے۔ اب یا تو بساط الٹو ورنہ اگر تم سود سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو ہمارا تم سے کیا سروکار!۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سردار آصف احمد علی کی بات بھی کوئی ایسی نہیں کہ سوچی سمجھی نہ ہو۔ یہ چنڈو خانے کی بڑ نہیں ہے بلکہ سو فیصد درست ہے۔ اب تو ایک دوراہہ ہے' یا تو فیصلہ کن طور پر اسلام کی طرف آئیے یا یہ ساری بساط الٹ دیجئے۔ ترک آخر ایک پوری قوم ہے اور اس کا ملک ہے ترکی' آپکی آبادی دس کروڑ ہو گی پانچ چھ کروڑ وہ بھی ہیں۔ وہاں ننگا سیکولرزم ہے۔ سیاست یا معیشت کی سطح پر انکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ معاشرت کی سطح پر بھی نہیں۔ مسجد ہے' نماز ہے اور روزہ ہے' بس۔ یعنی معاشرت' سیاست اور معیشت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور یہ ان کی ان دفعات میں ہے جس کو پارلیمنٹ کے سو فی صد ووٹ بھی بدل نہیں سکتے کیونکہ فوج فوراً کھڑی ہو جائے گی اسکو روکنے کے لئے اور فوج کو اس پارلیمنٹ کو اٹھا کر پھینکنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ یہ فوج کا قانونی اور دستوری حق ہے۔ اس ننگے سیکولرزم کی محافظ فوج ہے اور یہاں بھی اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ یا ادھر یا ادھر---

موجودہ حکومت کا منافقانہ طرز عمل

اب میں کچھ باتیں موجودہ حکومت و قیادت کے منافقانہ طرز عمل کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ منافقانہ طرز عمل میں اسلام کے اعتبار سے کہہ رہا ہوں ورنہ دنیوی اعتبار سے اس کو سیاست کا شاہکار کہا جا سکتا ہے' بالفاظ دیگر میکیاویلین سیاست کا شاہکار۔ میکیاولی نے اپنی کتاب "دی پرنس" میں سیاست کے جو سبق دئے ہیں ان کے اعتبار سے یہ لوگ نہایت مہارت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ مہارت کیا ہے؟ یہ کہ
"Don't keep all your eggs in one basket. Keep the options open."
کابینہ میں ایک طرف مولانا عبدالستار نیازی کی شکل میں اسلام کا ایک بہت بڑا شوبوائے بٹھایا ہوا ہے۔ بڑے "کھونڈے" والا بابا ہے' بڑا لمبا چوڑا ہے' داڑھی بھی لمبی ہے' طرہ بہت اونچا ہے لیکن اسلام کے لئے محض ایک شوبوائے۔ وہ بیان دیتا رہتا ہے' کچھ نہ کچھ کہتا رہتا ہے۔ دوسری طرف یہ دو کھڑے کر رکھے ہیں۔ سردار آصف احمد علی ہیں اور اب رانا نذیر احمد آگئے ہیں' یک نہ شد دو شد۔ یہ گاڑی بھی چلتی رہے' وہ بھی چلتی رہے۔ ایک طرف شریعت کی بالادستی کے لئے ترمیم کا شوشہ چھوڑے رکھو کہ آنے والا ہے' بس آنے ہی والا ہے' آیا کہ آیا۔

آتے آتے یونہی دو دن کو رکی ہوگی بہار
جاتے جاتے یونہی پل بھر کو خزاں ٹھہری ہے

نفاذ شریعت ایکٹ آیا تو اس سے اگلے دن اس دستوری ترمیم کو آجانا تھا جس پر اب تک طفل تسلی چل رہی ہے۔ ایک طرف تو وہ شوبوائے صاحب اس کی راگنی الاپتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ دلاسا دیا جاسکے اور فریب دیا جاتا رہے۔ دوسری طرف ساری قوت خرچ ہو رہی ہے غیر ملکی سرمایہ کاری کو دعوت دینے میں' خوشامد در آمد ہے کہ آؤ' خرید لو ہمیں۔ جو چاہو جس طرح چاہو خرید لو۔ ہماری ریلیں خرید لو بلکہ ہماری ہر شے خرید لو۔

یہ دونوں گر ساتھ ساتھ چلائے جا رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ کیوں' اس کو بھی سمجھ لیں۔ اگر تو یہ داؤ کارگر ہو جائے اور بلٹ ٹرین بھی چل جائے تو بلٹ کی طرح سیکولرزم کی طرف چلے جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ مرے اسلام کو تم قصہ ماضی سمجھو۔ اور اگر بات نہ بنے تو دستوری ترمیم کا بل لا کر دشمنوں کے قلعے میں شریعت کا گھنٹہ لٹکا کر چلے جائیں گے اور شہید شریعت بن جائیں گے۔ ہم تو لے آئے تھے' پیپلزپارٹی نے بیڑہ غرق کردیا۔ جیسے پہلے سینٹ نے شریعت بل پاس کیا تھا کیونکہ حکومت پیپلزپارٹی کی تھی لیکن جب آئی جے آئی کی حکومت بن گئی تو وہی بل بہت بڑی ہڈی بن کر گلے میں پھنس گیا۔ پھر اس کو تراشا' ادھر سے کاٹا' ادھر سے چھانٹا' سود کا معاملہ بھی ختم کرو اور نکل جاؤ چنانچہ اب اس میں کچھ رہا ہی نہیں۔ عوام کو کیا پتہ' انہیں تو صرف یہ پتہ لگا کہ بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ اخباروں میں آیا ہے کہ نفاذ شریعت ایکٹ پاس ہوگیا۔ اس میں ہے کیا اور کیا نہیں؟ اس کی عوام کو کیا خبر! اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت کی سیاست میکیاویلین سیاست کا شاہکار ہے جس کی داد اسے ملنی چاہیے Give the Devil his due لیکن اس ملک

Tufail's resignation serious setback for Qazi ?

News analysis
By Sarmad Bashir

LAHORE–Former Jama'at-i-Islami Amir Mian Tufail Muhammad's resignation from the party's Central Executive reflects an internal party struggle, one of the most serious of the party's history, which will probably come to a head in the election for party Amir due next month.

Mian Tufail has expressed the sentiments of the hardliners in the 85-member Shoora against the policies of the incumbent Qazi Hussain Ahmad but they lack the courage to act like Mian Tufail who did not accept any pressure to deny the reports in the Press. Mian Tufail is also acting as the focus of opposition to the increasingly controversial Qazi Hussain, which of moues against their succeed could possibly the first Jama'at Amir to be toppled from his office while still available to serve.

Mian Tufail Muhammad who joined Jama'at-i-Islami at the age of 27 had to take this decision with a heavy heart. In his half-century association with the Jama'at he had never been sidetracked the way his successor Qazi Hussain Ahmad, whom he himself had elevated to the party Secretary-Generalship, did after succeeding him five years ago.

Among the Jama'at's hardcore cadres Mian Tufail is one who opposed Qazi Hussain on a number of issues but the difference was that the others prefer to restrict themselves to the Shoora while the former Jama'at Chief expressed his feelings in public. It was finally the Shariat Act which constrained Tufail Muhammad to resort to this 'extreme action'.

Apparently the differences in the Jama'at's Central Executive surfaced during the Gulf war when Qazi Hussain Ahmad launched a campaign in support of Iraqi President Saddam Hussain in total disregard of his party's stance." Qazi sahib is least bothered about Shoora's decision, he believes in popular politics," the late Dr Asad Gilani, an old-guard hardliner, groused once in a meeting with an Opposition leader.

It was later admitted by Qazi's most trusted men that their Chief flouted the Shoora's decision on the Gulf war. He also realised it at the later stage that he might be causing serious problems for himself if he continued to assert himself this way and this was the feeling which forced him to apologise to his Shoora in the next meeting.

Those who have been closely studying the Jama'at feel that it was perhaps for the first time that members of the Shoora started expressing their resentment against Qazi Hussain in private, though very few showed the courage to resign from the Central Executive Committee as did Mian Tufail and Amir of Okara Ch Nazir Ahmad.

Whereas Prime Minister Mian Nawaz Sharif's statement that the Jama'at's exit from the IJI was Qazi's decision and not of the Shoora of the Jama'at-i-Islami annoyed the Jama'at members a lot, it also left a serious point to ponder whether the party Chief outweighs decisions of the Shoora.

The letter Mian Tufail addressed to the members of the Shoora was enough evidence of Qazi's defiance of party decisions on various issues. He went to the extent of saying that it was the latitude given by them that the present leadership of the Jama'at compromised with the Government on the Shariat issue.

It was the Jama'at legislators supporting the Nawaz Sharif Government on what many believe a 'crippled Shariat Act' that caused Mian Tufail to reprimand his successor both in the Shoora and outside it at a public meeting at Mochi Gate where he accused the members of Parliament of committing rebellion against Allah, the Almighty.

What really pinched Mian Tufail was President Ghulam Ishaq Khan's blunt reply that "Mian sahib, I had no choice to sign the Shariat Act which was passed by Parliament. Why don't you ask your own party men who supported the government at the time of the legislation?" He was also rendered speechless when a similar answer came from Interior Minister Ch Shujaat Hussain.

Knowing that he would be able to control the emotions of the Jama'at's hardcore cadres by taking into confidence his predecessor on this issue, Qazi Hussain approached Mian Tufail and tried to convince him that the Jama'at's MNAs and Senators were assured by the Prime Minister that their recommendations would be incorporated in the Act later on.

But as regards enforcement of Islamic order, Mian Tufail was not ready to accept anything short of the Federal Shariat Court's verdict about Islamisation. Qazi's arguments carried no weight and he stuck to the idea of expressing his resentment to the members of the Shoora. He finally decided to resign his membership when Shoora voted down his opinion in the next meeting.

Mian Tufail Muhammad's and Ch Nazir Ahmad's resignations have caused a serious setback for Qazi Hussain Ahmad and his proteges at a stage when the Jama'at chief is up for his first re-election as Amir. After the exit of Maulana Amin Ahsan Islahi and his followers over 35 years ago, this is potentially the most serious split in the party.

There was a very strong feeling among Jama'at members and sympathisers that Qazi's penchant for popular politics was taking the Jama'at far from its basic ideology and that resulted into serious groupings within the party, though they preferred to remain quiet rather than criticising their Amir in public as had been indicated by Okara's Amir in his resignation to Punjab Amir Hafiz Idrees Ahmad.

The formation of Pasban and the activities of Qazi Hussain Ahmad from its platform also annoyed even the Jama'at's ordinary workers for whom it was not convincing at all that the Qazi was organising its shows as Pasban Chairman and not as Jama'at Amir. That the powerful student wing, the Islami Jamiat Tulaba, is also upset is ironic because it had such high hopes from Qazi, the first Amir to have started out as an IJT member, and who has surrounded himself with former IJT stalwarts of the 1970s and early 1980s.

Whatever was their approach towards Pakistan and the Quaid-i-Azam, right or wrong, the hardcore was not ready to change it merely for the Amir's whims. Qazi Hussain's offering *fateha* at the Mazar-i-Quaid could arouse sympathies for him among others but not in the Jama'at's own workers and cadres.

The Jama'at leaders were more offended because the Jama'at Chief took undue advantage of the Shoora's recommendations about the Pasban and went far ahead in publicising his 'commando force' on the pattern the Jama'at-i-Islami had been averse to. He has also been accused of using Pasban as a platform for his canvassing for the next term. Under the Jama'at election procedure, no one is allowed to put forward his nomination, or canvass for himself. Three nominations are made by the Shoora, and members have the right of a write-in vote.

On the other hand, Qazi's supporters note the fate of the Communist hardliners, whose coup attempts failed so abysmally. The battle lines arre slowly drawing up, though there is as yet no overt challenge. That would only come if the hardliners throw their support behind an alternative to Qazi–which has not yet happened.

The only purpose Mian Tufail and Ch. Nazir's resignations have served is the suspension of Pasban programmes, reportedly uptil the election of new Jama'at Amir due by the end of the next month. In the past fortnight Pasban programmes arranged at different places have all been converted into Jama'at rallies.

When Qazi Hussain took over as Amir, he was considered the party's 'Gorbachev', the representative of a younger generation, with an implied mandate to bring a breath of fresh air to the party. However, Gorbachev's *glasnost* led to the destruction of the USSR. The hardliners point to this and wonder whether this is the path Qazi is leading them on.

THE NATION LAHORE, SEPTEMBER 15, 1992

کے اعتبار سے یہ اس کی قسمت سے کھیلنے کے مترادف ہے

مذہبی جماعتیں بھی حصہ دار ہیں

یہ نفاق اس ملک کا بیڑہ غرق کردے گا۔ اس منافقت اور ڈپلومیسی میں وہ تمام مذہبی جماعتیں بھی شامل ہیں جنہوں نے تائید کرکے اس حکومت کو یہاں تک پہنچایا ہے چاہے اب وہ اعلان براءت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ اندھے بہرے نہیں تھے۔ یہ نہیں کہ نابالغ تھے' جانتے نہ تھے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اب بھی اسلم سلیمی صاحب تو یہ فرما رہے ہیں کہ سردار آصف احمد علی صاحب نواز شریف کی پوزیشن خراب کر رہے ہیں' گویا کہ ان کی پوزیشن تو بہت پاک صاف 'مبرا' منزہ عن الخطا اور ہر شے سے بالا تر ہے جبکہ میں نے عرض کیا کہ اس ملک کی قسمت کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے۔ میں وہی کہہ سکتا ہوں جس کا پہلے حوالہ دیا ہے کہ "درخت کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا جاچکا" آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ اللہ رسی دراز کرتا ہے لیکن پھر اچانک رسی کو کھینچتا بھی ہے۔ قوموں کے ساتھ یہی ہوا۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری رسی بڑی دراز ہورہی ہے' ہمیں تو بڑی مہلت مل رہی ہے ہماری ڈپلومیسی چل رہی ہے' ہماری چالیں کارگر ہورہی ہیں لوگوں کو بھی ہم نے خوب الو بنایا اور خوب دھوکہ دیا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ تدبیریں اس ملک کے لئے تباہ کن ہیں۔ یہ تو بنیادی بات ہے کہ اسلام کے سوا اس ملک کا کوئی جواز ہی نہیں ---

اس کے علاوہ کچھ سامنے کی باتیں بھی ہیں۔ اس ملک کی قومی دولت تیزی کے ساتھ نجی ملکیت بنتی چلی جارہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوگا کہ قومی سطح پر تو ایک دھیلہ بھی نہیں رہا' ساری زمینیں اور کارخانے بیچ دیئے گئے' کچھ یہاں بیچیں اور کچھ باہر والوں کے ہاتھوں بیچ کر باہر کا پیسہ لایا گیا تھا۔ ریلیں بیچ دو' ہوائی جہاز بیچ دو' جو کچھ ہے بیچ دو۔ کچھ اپنے اور دوستوں کے ہتھے چڑھے گا کچھ باہر والوں کے پاس چلا جائے گا' قومی سطح پر کچھ نہیں بچے گا۔ اور "ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے میں" ایک ادارہ رہ گیا تھا لیکن اس میکیاولی کی سیاست نے اس کا بھی بیڑہ غرق کرنے کے قریب تو کردیا ہے۔ فوج کا وقار بھی آج داؤ پر لگا ہوا ہے۔ یہ ایک ہی ادارہ تھا جو پوری دنیا کے اندر مانا جاتا تھا۔ "سندھ آپریشن" پتہ نہیں کہاں ہے اور کس دلدل میں پھنسا ہوا ہے؟۔ یہ کس نے شروع کروایا اور کیوں کروایا تھا؟۔ فوج کو کس نے اس میں پھنسوایا اور کیوں پھنسوایا تھا اور اگر نیک نیتی سے شروع کیا گیا تھا تو اب کہاں رک گیا اور کس نے اس کو رکوایا؟۔

اس سے بھی زیادہ خوفناک مسئلہ یہ کہ سی۔۱۳۰ کی سازش میں یہ شوشہ کہ اس میں فوج ملوث ہے' زور وشور سے اٹھوایا جارہا ہے۔ اس کے بعد یہاں کیا رہ جائے گا؟۔ دشمنوں کے گھروں میں تو یقیناً گھی کے چراغ جلیں گے۔ آپ کچھ افراد سے دشمنی رکھتے ہوں اور فرض کیجئے ان کو بدنام بھی کرلیں تو یہ قومی نقصان نہیں لیکن اس ملک کی سلامتی کے لئے فوج جیسے ادارے کی وفاداری پر یہ دھبہ!۔ فرض کیجئے کہ عدالت بری بھی کردے

لیکن اگر اس کے بارے میں کسی درجے میں بھی شکوک وشبہات پیدا کردئے گئے تو قوم کو جو فوج پر اعتماد تھا وہ ٹوٹ جائے گا اور شیشے میں بال آنے کے بعد جایا نہیں کرتا۔ یہ ہے ایک نئی انتہائی خوفناک بات۔ اب آخری حصہ پر آیا ہوں کہ اس کا علاج کیا ہے؟۔

اس درد کا درماں کیا ہے؟

میں نے اپنی ۱۴ر اگست کی تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ اس ملک کا پنڈولم اب سیکولرزم کی طرف تو تیزی کے ساتھ جارہا ہے اور فیصلہ کن انداز میں جارہا ہے' کوئی منظم رائے عامہ مزاحمت کے لئے موجود نہیں ہے کیونکہ سب اوپر کے جھاگ ہیں۔ اگر فیصلہ ہوگیا تو گاڑی ادھر ہی جائے گی اور بلٹ ٹرین کی طرح جائے گی لیکن اس میں بھی ایک خیر کا پہلو ہے۔ بدترین حالات میں بھی کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو موجود ہوتا ہے یہ کہ شاید مذہبی جماعتوں کو ہوش آجائے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں' ہماری ۳۵ سالہ مساعی کا حاصل کیا نکلا؟۔ یہ جو بھرم تھا کہ ہم نے اس ملک کو سیکولرزم سے روک رکھا ہے' شاید اس فریب کا پردہ چاک ہونے سے لوگ کچھ سوچنے پر تیار ہوجائیں یہی واحد خیر کا پہلو ہے۔ بڑا پیارا شعر ہے۔

تو نے اچھا ہی کیا دوست سہارا نہ دیا
مجھ کو لغزش کی ضرورت تھی سنبھلنے کے لئے

ہوسکتا ہے کہ سیکولرزم کی طرف ایک جھٹکا لگے تو قوم بیدار ہوجائے۔ اسلام قوم کے تحت الشعور میں تو ہے۔ نعرہ لگا ہی اس لئے تھا کہ تحت الشعور میں تھا۔ آگ کیسی ہی ہو' جو جلنے والی شے ہے اسی کو جلاتی ہے۔ جو جل ہی نہیں سکتی' اسے آگ کیا جلائے گی۔ قوم کے اندر کوئی نہ کوئی جذبہ تھا نا جس کو اس وقت "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" نے جگا دیا۔ وہ اب بھی موجود ہے اور الحمد للہ کہ اس کے کچھ آثار بھی ہیں۔ یہ میں صرف ہوائی باتیں نہیں کررہا۔ تازہ "ندائے خلافت" میں اسلام آباد کے ایک صاحب کا مضمون چھپا ہے کہ جمعیت علمائے اسلام کے حلقے میں اب یہ بات تیزی کے ساتھ گردش کررہی ہے کہ انتخابی سیاست سے ہمیں یہاں کچھ حاصل نہیں ہوسکتا' اسلام کا کوئی کام نہیں کیا جاسکتا۔ اس بے چینی کو مولانا محمد خان شیرانی نے زبان دی ہے جو جمعیت علمائے اسلام کے ایک اہم آدمی ہیں۔ ایم این اے ہیں ان کو سیاسی بصیرت بھی حاصل ہے اور عالم دین بھی ہیں۔ انہوں نے صاف کہا ہے کہ یہ ہوش اب آرہا ہے کہ ہم نے اپنا وقت ضائع کیا۔ اسی طرح جماعت اسلامی کے حلقے میں بھی بڑی زوردار بات چل رہی ہے کہ اس راستے سے کچھ نہیں ہوگا۔ حالانکہ ایک لکیر پر گاڑی کو چلتے چلتے پورے چالیس برس ہوگئے ہیں ۱۹۵۱ء سے ۱۹۹۱ء تک --- پہلا الیکشن ۵۱ء میں لڑا تھا اور ۹۱ء جاچکا لہٰذا چالیس برس ہوگئے۔ بوڑھے دنیا سے رخصت ہوچکے اور بچے اب بوڑھے ہونے کو آرہے ہیں۔ عادتیں بھی اگرچہ اتنی دیر میں تو پختہ ہوجاتی ہیں۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی
لیکن احساس وشعور گہرائی کے اندر موجود ہے کہ اس سے کچھ نہیں ہوگا

امیدیں اور خدشات

یہ دنوں آثار خوش آئند اور بھلے ہیں ۔ اس لئے کہ ان ونوں جماعتوں کے پاس کارکنوں کی نفری ہے ۔ جماعت اسلامی کے پاس تعلیم یافتہ اور باشعور لوگ موجود ہیں ۔ جمعیت علمائے اسلام کے پاس پاکستان کی پختوں پٹی میں خاص طور پر عوامی سطح پر کارکن موجود ہیں ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے یہ دونوں دینی حلقے مضبوط ہیں ۔ ضرورت صرف راستہ بدلنے کی ہے ' طریق کار کی تبدیلی والی بات ہے ۔ افرادی قوت انکے پاس موجود ہے ۔ اسی وجہ سے اس مسئلے کو اہمیت دے رہا ہوں ورنہ اس طرح کی باتیں کرنا میرا مشغلہ نہیں ہے ۔ کتنے ہی عرصے کے بعد میں ان موضوعات پر گفتگو کررہا ہوں ' اس لئے کہ ۔ رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف

آج کچھ میرے دل میں سوا ہوتا ہے۔

مجھے نظر آرہا ہے یہ قوم کدھر جارہی ہے۔ اب یہ فیصلہ کن انداز میں سیکولرزم کی طرف جارہی ہے اور سیکولرزم کی طرف جانا اس ملک کے لئے تباہی ہے ۔ تو اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی۔ ہوش میں آؤ' غور کرو' دوبارہ جائزہ لو کہ کیا کرتے رہے ہو ۔ کیا کھویا کیا پایا؟۔ حساب کتاب تو جوڑو ۔ اس احساس کی بیداری نیک شگون ہے لیکن ایک اندیشہ یہ بھی ہے اور بدقسمتی سے بڑا شدید خطرہ ہے کہ یہ دونوں جماعتیں سیاست سے ہٹیں گی تو کہیں مسلح قسم کے تصادم کی طرف نہ آجائیں۔ "ندائے خلافت" کے اسی مضمون میں مولانا فضل الرحمن صاحب کا بیان بھی موجود ہے کہ انہوں نے کلاشنکوف لہرا کر کہا کہ اب ہم اس طرف جائیں گے ۔ یہ معاملہ نہایت خوفناک ہے اس سے کوئی خیر وجود میں نہیں آئے گا ۔ بدقسمتی سے زمانے میں جو چلن ہے وہ صرف ان دو چیزوں کا ہے ۔ ہم پیچھے مڑ کر دیکھنے کو تیار نہیں ۔ ہم محمد الرسول اللہؐ کے طریق کار کی طرف رجوع کرنے کو تیار نہیں۔ ہمیں تو الیکشن چلتا نظر آتا ہے یا کوئی دہشت گردی Terrorist Actvity اللہ اللہ خیر سلا۔ ان دو کے سوا تیسرا کوئی Option ہے ہی نہیں ۔ یہ معاملہ صرف جمعیت علمائے اسلام کا ہی نہیں ' جماعت اسلامی میں بھی قاضی صاحب جو پاسبان کی تحریک چلا رہے ہیں یہ اوپر سے نظر آنے والے میلے ٹھیلے اور ناٹک ہیں لیکن اندر واقعہ یہ ہے کہ ' البدر اور الشمس کی تاریخ دہرائی جانے والی ہے ۔ میں کھلی باتیں کررہا ہوں چاہے جو بھی نتیجہ نکلے ۔ جماعت کی ایک تاریخ ہے اور اس کے نوجوانوں میں جوش موجود ہے ۔ پھر افغان جہاد میں بہت سے لوگوں نے تربیت حاصل کی ۔ لیکن میں پورے خلوص اور اخلاص کے ساتھ خبردار کررہا ہوں کہ اس سے کوئی خیر برآمد نہیں ہوگا ۔ نہ مشرقی پاکستان میں ہوا نہ یہاں ہوگا۔

"پاسبان" سے خیر کی توقع نہیں

ہمارے بعض ریٹائرڈ جرنیل بھی پاسبان کے پیچھے ہیں اور افغانستان کی بعض تنظیموں کے ساتھ بھی ان کا رابطہ ہے ۔ یہ سارا معاملہ بہت خطرناک ہے اور میں اصرار سے ' خلوص و اخلاص کے ساتھ اور "الدین النصیحہ" کے تقاضے کے تحت خبردار کررہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس رخ پر پڑ گئے تو نتائج بہت خوفناک ہوں گے ۔ "پاسبان" کی اس اٹھان سے کسی خیر کی کوئی توقع نہیں۔ انتخابی سیاست کے میدان سے پسپائی تو ضروری اور مطلوب ہے لیکن کسی مسلح تصادم 'گوریلا جنگ یا تخریبی سرگرمی کی طرف نہیں ' بلکہ منہج نبوی کی طرف آنے کی صرورت ہے۔

روشن راہ ایک ہی ہے

آج مجھے سورۂ حدید کی ایک آیت یاد آئی۔ یہ آخری سے پہلی آیت ہے "اے اہل ایمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ" سوال یہ ہے کہ ایمان تو لائے ہوئے ہیں ' تقویٰ کی بات کی جارہی ہے' اس پر زور کیوں دیا کہ رسول پر ایمان لاؤ ؟۔ اس لئے کہ رسولؐ ہی کا اسوہ واحد صحیح اسوہ ہے' رسولؐ ہی کا طریق کار واحد صحیح روشن راہ ہے۔ پوری توجہ کے ساتھ اس پر اپنی نگاہوں کو مرکوز کردو' مطالعہ کرو اور سوچو کہ حضورؐ کا طریق کار کیا تھا۔ اسے لائحہ عمل بناؤ تو اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں وہ نور عطا کرے گا جس کے تحت چل سکو گے ' راستہ دیکھ سکو گے" ۔ سیرت النبیؐ اور منہج انقلاب نبوی وہ نور ہے جس کی روشنی میں معلوم ہوگا کہ یہ کام کس طور سے ہوسکتا ہے۔ یہ اس طور سے نہیں ہوگا جس سے کرنے کی تیاریاں ہورہی ہیں ۔

○ ○ ○

کیا جماعتِ اسلامی پاکستان

اپنی تاریخ کے تیسرے بحران سے دوچار ہورہی ہے؟

میاں طفیل محمد اور قاضی حسین احمد کا اختلاف نہ بڑھاپے اور جوانی کا تصادم ہے نہ ہوسِ امارت کا شاخسانہ

بلکہ جماعت کے قدیم اساسی نظریات اور جدید سیاسی رجحانات کا تصادم ہے !

○ جماعت کے اساسی انقلابی نظریات کیا تھے ؟
○ ان میں تبدیلی کب اور کیسے شروع ہوئی ؟
○ جماعت کے پہلے بحران (۱۹۴۳ء) کی نوعیت کیا تھی ؟
○ دوسرے اور شدید تر بحران (۵۷-۵۶) کے اصل حقائق اور اسباب کیا تھے ؟ — اور
○ جماعت کی اس تبدیلی نے اقامتِ دین کی تحریک کے علاوہ خود پاکستان کو کیا نقصان پہنچایا؟

ان سوالات کے جواب — اور اس عظیم تحریک کو تباہی سے بچانے کے آخری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے

ڈاکٹر اسرار احمد

کی حسب ذیل تصانیف کا مطالعہ لازمی ہے :

۱۔ تحریک جماعت اسلامی : ایک تحقیقی مطالعہ صفحات ۲۳۶
۲۔ تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گمشدہ باب ۔ " ۳۲۸
۳۔ اسلام اور پاکستان۔ " ۹۸

تینوں کی مجموعی قیمت : سفید کاغذ پر مجلد : -/۱۶۰ روپے
اخباری کاغذ پر غیر مجلد : -/۱۰۰ روپے (محصول ڈاک -/۱۵ اس کے علاوہ)

مکتبہ انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ' لاہور

سے طلب فرمائیں یا تنظیم اسلامی کے مقامی دفاتر سے حاصل کریں
(نوٹ: وی پی صرف نصف رقم کا پے آرڈر آنے پر ارسال ہوگا)

بقیہ تجزیہ

'خاد 'سی آئی اے اور دوسرے ادارے جو کچھ کررہے ہیں وہ اسے فوراً ختم کریں ۔ بھارت یہ ذہنیت بھی ترک کرے کہ پاکستان کشمیر میں بغاوت بھڑکا رہا ہے تو ہم سندھ میں ایسا کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اب پاک بھارت جنگ کا امکان کم ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ماضی میں بھی دونوں ملکوں کے درمیان جنگیں کسی منصوبہ بندی کے تحت نہیں ہوئی ہیں ' یہ غلط معلومات اور غلط فیصلوں کی وجہ سے ہوئی ہیں اور ایسا پھر بھی ہوسکتا ہے ۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کشمیر کوئی ایک مسئلہ نہیں ہے اور یہ تہ در تہ نوعیت کا ہے ۔ مسئلہ کا ایک چھلکا اتاریں تو دوسرا ملے گا اور اس طرح علیحدگی پسند کشمیریوں سے بھی دونوں حکومتوں کو نبٹنا ہے اور دونوں حکومتوں میں یہ خیال مشترک معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کو برصغیر کی ٹوٹ پھوٹ کا عنوان نہیں ہونا چاہیے اور مسئلہ کا حل ایسا ہو کہ ہر ملک کی سالمیت کے قائم رہنے میں مدد دے سکے۔ ○○

نظام خلافت کے سیاسی اور دستوری ڈھانچے پر تیسرا ماہانہ مذاکرہ

معاشرے کو انقلاب کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنا ہوگا

رجال دین کو بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصراللہ خاں کا مشورہ

—— وقائع نگار ——

حسب پروگرام ۱۸ر ستمبر گزشتہ جمعہ کو بعد نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم 'نیو گارڈن ٹاؤن میں "سیاست خلافت" پر تیسرا ماہانہ سیمینار اسی موضوع پر روائتی نظم و ضبط اور وقار کے ساتھ منعقد ہوا جو جولائی اور اگست کے دو مذاکروں میں زیر بحث رہا تھا یعنی یہ کہ عہد حاضر میں نظام خلافت کا سیاسی اور دستوری ڈھانچہ کیا ہوگا۔ اب تک ایک روائت مستحکم ہوئی تھی کہ جن شرکائے مذاکرہ کے نام مشتہر کئے جاتے وہ سب کے سب بزم کی رونق بڑھاتے رہے ہیں لیکن اس بارےمیں مفتی محمد خاں صاحب قادری اور جناب محمد خلیل الرحمن قادری کے تشریف نہ لانے کے باعث مقررین کی تعداد ایک دم گر کر پچاس فی صد پر آگئی۔ ان قابل احترام علماء نے یہ سمجھا کہ ان سے صرف رائے طلب کی گئی ہے چنانچہ جب یاددہانی کے لئے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنا تبصرہ لکھ کر بھیج دیں گے۔ وہ بھی بروقت موصول ہوگیا ہوتا تو پڑھ کر ہی سنادیا جاتا۔ اس بار حاضری البتہ بھرپور تھی جو پچھلی دفعہ اچانک تیز بارش کی وجہ سے کم رہی تھی

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ پویا بروقت تشریف لائے اور بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصراللہ خاں کچھ تاخیر سے 'جس کے لئے ان کے پاس حقیقی عذر موجود تھا۔ اپنی بے پناہ سیاسی مصروفیات میں ان کی محویت کے علاوہ جسے بعض حلقوں نے آج کل خاص طور پر ان کی کردار کشی کے لئے استعمال کیا ہے' وہ ناسازی طبع کے ہاتھوں بھی لاچار سے تھے اور ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی گفتگو کے دوران جب ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا تو تصدیق کی کہ مصافحہ میں ہی انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ نوابزادہ صاحب کو بخار ہے جو اللہ کرے کہ صرف تکان کا مظہر ہو اور قدرے آرام سے اتر جائے۔

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ ایک عالم دین اور معروف دانشور ہیں اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ان کا تعارف اب اتنا عام ہوچکا ہے کہ یہ رسم نبھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ انہوں نے اپنے اسی مخصوص انداز میں خطاب کیا جو وہ چھوٹی سکرین پر اپناتے ہیں اور قرآن مجید کی اسی آیت مبارکہ سے گفتگو کا آغاز کیا جس کا حوالہ سٹیج سکریٹری ڈاکٹر ابصار احمد صاحب نے سیمینار کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے دیا تھا تاہم خلافت اور تمکن فی الارض کا مفہوم ان کا اپنا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ خلافت کے ساتھ دو وعدے اور ہیں ' ایک تمکن اور دوسرا امن و عافیت۔ امن و عافیت کا مطلب تو صاف ہے ' تمکین میں جملہ امکانیات ' ضروریات اور وسائل کی فراہمی آجاتی ہے چاہے وہ مادی ہوں چاہے غیر مادی اور یہ کہ دنیا کی سب نعمتیں خلافت ' تمکن اور امن و عافیت کے انہی تین عنوانات کے تحت آجاتی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ تحریک آزادی کے دوران ہمارے نعرے بلکہ وعدے یعنی "پاکستان کا مطلب کیا ' لا الہ الا اللہ" کے جواب میں ہمیں "خلافت" تو مل گئی لیکن باقی دو چیزیں نہیں ملیں۔ میں یہ جرأت تو کر ہی نہیں سکتا کہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کی خلاف ورزی کی تاہم حقیقت بھی یہ ہے کہ وعدے کی خلاف ورزی ہم سے ہوئی ہے جس کی سزا میں پہلے امن و عافیت سے محروم ہوئے ' اب وسائل کی باری ہے اور اگر ہم نے استغفار نہ کیا تو یہ "خلافت" بھی ختم ہوجائے گی۔

ڈاکٹر ملک نے موضوع زیر بحث کو تو یہ کہہ کر خوبصورتی سے ٹال دیا کہ مجھے خلافت کے مجوزہ خاکے سے عمومی اتفاق ہے لیکن بہرحال دین کی حقانیت ' عالمگیریت اور اس کی حفاظت کے خدائی انتظام کے بارے میں بڑی دل کش باتیں کیں اور چلتے چلتے نوابزادہ صاحب کو مخاطب کرکے یہ کہتے ہوئے انہیں گویا چھیڑ گئے کہ نوابزادہ صاحب! جتنی محنت اس ملک میں جمہوریت کے لئے ہوئی ہے ' اتنی خلافت کے لئے کی گئی ہوتی تو آج نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

ڈاکٹر ملک کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے روسٹرم پر آکر معذرت پیش کی کہ مجھے پروگرام کی ترتیب بدل کر اپنی وضاحت کو آخر میں رکھنے کی بجائے درمیان میں اس لئے رکھنا پڑا ہے کہ نوابزادہ صاحب اپنی مصروفیات اور ناسازی طبع کے باعث میرا وہ کتابچہ پڑھ نہیں سکے ہیں جس کی تائید یا تنقیص کے لئے انہیں تشریف لانے کی زحمت دی گئی ہے چنانچہ میں مختصر الفاظ میں اپنی بات خاص ان کے لئے دہرادیتا ہوں جس کے دو فائدے اضافی ہیں "ایک یہ کہ مجھے اپنا سبق پکا یاد ہوجائے گا اور سامعین کے ذہن میں بھی اس کے بعض وہ گوشے مستحضر ہوجائیں گے جو وقت گزرنے کے ساتھ دھندلا جایا کرتے ہیں۔

اس تمہید کے ساتھ داعی تحریک خلافت نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور وہ نکات گن کر بیان کئے جنہیں وہ عہد حاضر میں نظام خلافت کے سیاسی اور دستوری خصائص سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر ملک سے انہوں نے کہا کہ آپ کا "عمومی اتفاق" کافی نہیں اور موضوع زیر بحث پر نکتہ بہ نکتہ اظہار خیال آپ پر ہمارا قرض رہے گا تاہم نوابزادہ صاحب کو دیکھ کر آپ نے جمہوریت پر جو چوٹ کی ہے ' اس کا جواب میں ابھی پیش کئے دیتا ہوں اور یہ جواب ایک سیاستدان کی خوشنودی کے لئے میں نے اس وقت نہیں گھڑا بلکہ اس کتابچے میں پہلے سے پوری صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ یہ کہ خلافت کو عہد حاضر کے سماجی و تمدنی ارتقاء کے فوائد سے محروم رکھ کر قائم کرنے کی بات سوچنا اب خوابوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے البتہ اس ارتقاء کو جوں کا توں نہیں ' مسلمان کرکے استعمال میں لایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نظام خلافت اعلیٰ ترین جمہوری قدروں کا علمبردار ہوگا ' اس فرق کے ساتھ کہ ہمارے ہاں حاکمیت جمہور کی قطعی نفی کے ساتھ خلافت جمہور پوری شان سے جلوہ فرما ہوگی۔

آخر میں نوابزادہ نصراللہ خان صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا جو ہمہ تن گوش تھے اور منتظر تھے کہ مروجہ سیاست میں اپنی پوری زندگی کھپا دینے والے اس سیاستدان سے تحریک خلافت کو کیا ملتا ہے جس نے سیاسی کھیل سے بھی کبھی کچھ کمایا نہیں ' ہمیشہ پلے سے دیا ہے۔ نواب زادہ صاحب اگر تیار ہوکر آتے تو موضوع سے پورا انصاف کرنے کی اہلیت رکھتے تھے لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا تاہم جو کچھ میسر آیا وہ جوں کا توں نذر قارئین ہے:

نحمدہ ' و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب 'علماء کرام اور معزز حضرات! میں نے جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ معذرت خواہ ہوں۔ ایک تو میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے ان مضامین کا مطالعہ نہیں کرسکا جو ڈاکٹر صاحب نے تحریر فرمائے اور نوائے وقت میں شائع ہوتے رہے۔ پھر کچھ حالات بھی ایسے تھے اور آج میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ جو کسی نے کہا ہے۔

وہی شورش ہے لیکن جیسے موج تہ نشیں کوئی
وہی دل ہے مگر آواز مدھم ہوتی جاتی ہے

تو جناب جہاں تک اسلامی نظام یا نظام خلافت برپا کرنے کا مسئلہ ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے کچھ اور چیزوں کی ضرورت ہے ۔ ۱۸۵۷ء یعنی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی جتنی بھی دینی یا سیاسی جماعتیں اس برصغیر میں قائم ہوئیں سب نے کسی نہ کسی انداز میں یہی بات کی ۔ کسی نے غلبہ اسلام کی بات کی ' کسی نے نظام مصطفیٰؐ کی بات کی ' کسی نے نظام حق کی بات کی ' کسی نے حکومت الٰہیہ کی بات کی ۔ جیسے کہ غالب نے کہا ہے ۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے ساغر و مینا کے بغیر

یعنی مسلمان معاشرے میں اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنی جماعت کو مقبول بنانے کے لئے سب نے یہی سلوگن دیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کا خلوص بھی لازماً شامل ہوگا لیکن اس وقت جو صورت حال ہے اس کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے ۔

میں نہایت ادب کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس وقت پورے عالم اسلام کی کیا حالت ہے ۔ یعنی جس بات کو ترجیحات کا تعین کرنا کہتے ہیں ' اس کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور جیسے جناب ڈاکٹر ملک صاحب ارشاد فرمارہے تھے کہ تیس سال تو ٹھیک ہے کہ وہ مثالی نظام تھا یعنی جو نظام خلافت راشدہ کے وقت میں یا پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے وقت میں موجود تھا لیکن اس حقیقت کا احساس کرنا چاہیے کہ ایک طویل عرصے تک باوجود یکہ اس دور میں علماء حق بھی رہے ' یہ واقعہ ہے کہ ذہنی طور پر مسلمان معاشرے میں دنیا کی کسی جگہ بھی لوگوں کو تیار نہیں کیا جاسکا کہ وہ انقلاب کو برپا کریں۔

آج پاکستان میں جو حالت ہمارے معاشرے کی ہوچکی ہے اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ میں نے ہمیشہ ایک بات کہی ہے کہ جب آپ سیاسی عمل کو ناممکن بناتے ہیں یا محدود کرتے ہیں تو خلا نہیں رہتا ۔ فارسی میں کہتے ہیں کہ خانہ خالی را دیوی گیرد ' گھر خالی ہو تو اس میں بھوت پریت آجاتے ہی ۔ جب آپ سیاسی عمل کو ختم کرتے ہیں تو دوسری چیزیں آجاتی ہیں ۔ سیاسی عمل سے قومی وحدت کا سلسلہ چلتا ہے اور جس وقت آپ اسے روک دیں تو اس کے بعد علاقے کے تعصبات ' نسل کے تعصبات ' زبان کے تعصبات اور فرقے کے تعصبات اسکی جگہ لے لیتے ہیں ۔ ہم نے دیکھا کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بھی غیر جماعتی بنیاد پر انتخاب ہوئے جس میں برادری کی بنیاد پر اور پیسے سے ووٹ خریدنے کے معاملات ہوئے کیونکہ جب جماعتیں نہیں ہونگی اور منشور نہیں ہوگا تو یہ چیزیں پیدا ہونگی ۔ جناب! آج جو صورت حال پیدا ہوچکی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا اکثر و بیشتر معاشرہ بدعنوان ہوچکا ہے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ واقعہ یہ ہے کہ جب یہاں حدود کا نفاذ کیا گیا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جو لوگ اپنا پرچہ درج کروانے کے لئے تھانے میں جاتے تھے تو تھانیدار یا پولیس انسپکٹر ان سے سوال کرتے تھے کہ بھئی آپ اپنا مقدمہ انگریزی قانون کے تحت درج کروانا چاہتے ہیں یا اسلامی قانون کے تحت یا مارشل لا ء کے قانون کے تحت ' تو اکثر و بیشتر لوگ انگریزی قانون کی بات کرتے تھے ۔ کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ حدود کے تحت یعنی اسلامی حدود کے تحت ہمارا مقدمہ درج کریں ۔ چنانچہ اس وقت جو معاشرے کی کیفیت ہے ' یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے جسے علماء کرام اور سیاسی جماعتوں کو حل کر قبول کرنا چاہیے۔

جب تک ذہنی طور پر انقلاب برپا نہیں ہوگا ' ذہنی اور فکری طور پر لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا نفاذ ناممکن رہے گا ۔ آج جو عالم اسلام کی صورت ہے اس میں دیکھئے کہ اگرچہ برطانوی سامراج موجود نہیں رہا تو جیسے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے اور اقبال نے بھی کہا تھا۔

ی ترا شد فکر ما ہردم خداوند دگر
رست ازیک بلا تا افتاد در بند دگر

ایک ملوکیت اور غلامی سے ہم نے نجات پا لی کیونکہ برطانوی سامراج کے خلاف ایک طویل جدوجہد ہوئی اور اس قوم نے ایثار اور قربانی کا مظاہرہ بھی کیا لیکن اس کے بعد امریکی اور روسی سامراج مسلط ہوگئے ۔ اب روسی سامراج ختم ہوگیا ہے لیکن امریکہ واحد سپر پاور کے طور پر دنیا میں موجود ہے ۔ اس نے عراق میں ایسی صورت حال پیدا کی ہے کہ اب تک Sanctions موجود ہیں ' انکے مریضوں کے لئے ادویات نہیں جاسکتیں' ان کے بچوں کے لئے دودھ نہیں جاسکتا کیونکہ پابندیاں عائد ہیں ۔ اس کے علاوہ جہاں تک کسی ملک کے خود مختار ہونے کا تعلق ہے ' وہ خود مختاری بھی باقی نہیں رہی ۔ کسی ملک کی خود مختاری یا حاکمیت اعلیٰ اس کے نزدیک پرکاہ کی وقعت نہیں رکھتی ۔ اور جناب ' جو اصول عراق کے لئے وضع کیا گیا تھا وہ سربیا کے لئے نہیں ۔ چنانچہ صورت یہ ہے کہ عالم اسلام انتشار کا شکار ہے اور میں نے ہمیشہ یہ بات کہی ہے جبکہ ڈاکٹر (مرتضیٰ ملک) صاحب نے جمہوریت کے بارے میں یا جمہوریت کی پرستش کرنے کے بارے میں ایک بات کی اور معلوم نہیں وہ کہاں تک صحیح ہے جبکہ واقعہ یہ ہے اس وقت عالم اسلام ابتلا اور آزمائش کے دور سے گزر رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہاں یا ملوکیت مسلط ہے یا آمریت ۔ اگر جمہوری نظام ہوتا اور اگر ان حکمرانوں کو عوامی تائید حاصل ہوتی تو وہ زیادہ اعتماد اور زیادہ حوصلے کے ساتھ اسرائیل اور امریکی سامراج کی سازشوں کا مقابلہ کرسکتے ۔

جہاں تک جمہوری تصور کا تعلق ہے ' اس میں مجھے اپنے عجز فہم کا اعتراف ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ عالم دین بھی ہیں اور آپ نے تحقیق بھی کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کا تصور انسانوں کے بنیادی حقوق کا تصور پوری کائنات نے اسلام سے لیا ہے ۔ اس میں کوئی دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ اس سے پہلے یہ تصور موجود نہیں تھا۔ آج سے چودہ سو برس پیشتر ایک ایک اصول اسلام نے طے کیا اور یہ پاکستان کیسے قائم ہوتا اگر عوام ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں یہ فیصلہ نہ کرتے کہ ہم نے پاکستان حاصل کرنا ہے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ عام مسلمانوں نے یہ نعرہ بلند کیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ' لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ووٹ کے ذریعے حاصل نہ کرتے تو دوسرا طریقہ تھا کہ مسلح جدوجہد یا گوریلا جنگ کی جاتی اور اس کے لئے اس وقت کی قیادت تیار تھی یا نہ تھی ' اس کے بارے میں بھی آپ شاید بہتر فیصلہ کرسکتے ہیں۔

چنانچہ آج بھی آپ کو یہ کام کرنا ہے اور یہ انقلاب برپا کرنا ہے تو اس کے لئے رائے عامہ کو منظم کرنے کی ضرورت ہے ' ذہنی انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس کا پہلا فرض جس طبقے پر عائد ہوتا ہے وہ میرے خیال میں علمائے دین کا طبقہ ہے ۔ ان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کردار سازی کریں ۔ جہاں تک عام مسلمانوں کا تعلق ہے ' ان کو اس قابل بنائیں کہ وہ ذہنی اور فکری طور پر اسلامی نظام اور خلافت کے نظام کو قبول کریں ۔ یہ عام لوگوں کا کام نہیں بلکہ انے Dedicated لوگ ہی کرسکتے ہیں ۔ وہ جو کسی نے کہا ہے ۔

درره منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجا
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

جو دھن کے پکے اور قول کے سچے ہوں وہ اس کام کو سرانجام دیں اور اس دوران میں سیاسی جماعتوں کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے سیاسی جماعتوں کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اسلامی نظام میں بھی ان کی ضرورت ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے اس ملک میں جتنی سیاسی جماعتیں موجود ہیں ' ان کا تعلق چاہے رائٹ سے ہو ' لیفٹ سے ہو یا سنٹر سے ' سب نے اپنے اپنے منشور میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کتاب و سنت کی منشاء کے خلاف کوئی قانون سازی ہمیں منظور نہیں ۔ میں بلا خوف تردید یہ بات کہہ رہا ہوں ' حتیٰ کہ نیپ اور پی این پی جو سیکولر جماعتیں تصور ہوتی ہیں ' انہوں نے بھی یہی لکھا ہے ۔

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

جس دولت کو سمیٹا ہے اسے اب معاشرے میں لٹائیے

قرآن کالج کی ایک سادہ تقریب

جس میں ایک سالہ دینی کورس کے فارغ التحصیل طلبہ کو الوداع کہا گیا

مرتبہ: محمد اعظم

قرآن کالج میں جو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا ایک اہم تعلیمی منصوبہ ہے ' ایف اے اور بی اے کلاسز کے علاوہ ایک سالہ دینی کورس کا بھی اہتمام ہوتا ہے جو فی الاصل ان افراد کے لئے ہے جو دنیوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے خواہاں ہوں۔ اس کورس میں جو دو سمسٹرز پر مشتمل ہے عربی گرامر' تجوید' قرآن حکیم کے منتخب مقامات کی تشریح و تفسیر' ترجمہ قرآن (قریباً تین پارے) اور انتخاب حدیث شامل نصاب ہیں۔ حال ہی میں قرآن آڈیٹوریم میں اس دینی کورس کو مکمل کرنے والے ایک گروپ کے اعزاز میں الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں مرکزی انجمن کے صدر موسس ڈاکٹر اسرار احمد بطور مہمان خصوصی شریک تھے۔ اس تقریب کی مختصر روداد ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا' جس کے بعد ایک سالہ کورس کے طالب علم جناب فرخ محمود نے اپنی کلاس کی نمائندگی کرتے ہوئے درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:

"تمام شکر اور تعریف اس ذات باری تعالیٰ کیلئے ہے جو اس کائنات کا خالق اور مالک ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہوا کہ جس نے ہمیں ایک سالہ دینی کورس میں داخلہ لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ بے شک یہ اللہ کی توفیق اور رضا کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس نفسا نفسی کے دور میں ہر شخص معاشی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ ہر انسان کی کوشش ہے کہ وہ کسی شعبہ میں فنی مہارت حاصل کرے اور اتنی دولت کما لے کہ وہ دنیاوی لحاظ سے پرسکون زندگی گزار سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان بھی اکثروبیشتر آخرت میں کامیابی جیسے عظیم مقصد کو پس پشت ڈال کر معاشی مسئلہ میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ اس کی زندگی کے قیمتی اوقات اور توانائیاں جنکو اللہ اپنی جنت کے بدلے خرید چکا ہے' انہیں وہ اپنے معاشی مسئلہ کو حل کرنے میں صرف کر رہا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی تو ہے جس نے ہمیں دین کو احسن طریقے سے سمجھنے اور سیکھنے کی سعادت سے نوازا۔

اگر ہم اپنی زندگی کے اس سال کو کسی دنیاوی مقصد کے حصول کیلئے استعال کرتے بھی تو کوئی شخص گارنٹی نہیں دے سکتا کہ وہ آخرت میں ہمارے کام آئے گا مگر جو وقت ہم نے اس کورس کی تکمیل کے دوران خلوص سے لگایا وہ آخرت کے حوالے سے ہماری زندگی کا نہایت اہم حصہ ہے۔ اور اللہ اپنے دین کیلئے خرچ کئے جانے والے جان 'مال اور وقت کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا پورا پورا اجر عطا کرتا ہے۔ جس مقصد کیلئے ہم نے ایک سالہ دینی کورس میں داخلہ لیا وہ بحمد اللہ کوئی دنیاوی مقصد نہ تھا بلکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکے دین کی سربلندی کی جدوجہد میں شریک ہونے کا عزم لے کر داخلہ لیا تھا' تاکہ ہمارے اندر اتنی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ ہم اپنی عربی فہمی کے بل پر قرآن مجید کو سمجھ سکیں' دوسروں کی آنکھوں کی بجائے اپنی آنکھوں سے قرآن مجید سمجھیں اور اپنے دلوں کو نور ایمانی سے حرارت پہنچا سکیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس تھوڑی محنت اور قربانی کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے ہمارے لئے مشعل راہ بنائے گا جس سے ہم اس کی بابرکت کتاب قرآن مجید کو سمجھنے سمجھانے کا کام لے سکیں گے"

ان کلمات کے بعد جناب فرخ محمود نے کلاس کی جانب سے قرآن کالج کے لئے کچھ تجاویز پیش کیں جو نوٹ کرلی گئیں۔

ان کے بعد جناب لطف الرحمٰن خان صاحب نے جو نہ صرف یہ کہ قرآن کالج کے سیکرٹری بورڈ آف گورنرز ہیں بلکہ صدیقی صاحب کے تقرر سے قبل وہی کالج کے جملہ انتظامی امور کے ذمہ دار تھے' اپنی گفتگو میں بعض قیمتی عملی مشورے طلبہ کو ہدیہ کئے۔

محترم لطف الرحمٰن صاحب نے اس تقریب کی انفرادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تقریب ہماری طرف سے آخری تذکیر کا درجہ رکھتی ہے۔ عملی کاوش اب طلبہ کو کرنی ہے۔ ہماری طرف سے ان شاء اللہ طلبہ کو ہر ممکن تعاون حاصل رہے گا۔ تذکیری نکات کے ضمن میں انہوں نے کہا کہ پہلی بات یہ ہے کہ ایک سالہ کورس کی سند لے کر آپ خود کو عالم نہ سمجھنے لگ جائیں۔ ہم نے آپ کو علم حاصل کرنے کا ڈھنگ اور طریقہ سکھایا ہے' عالم نہیں بنایا۔ اس ڈھنگ کو استعمال کرتے ہوئے علم حاصل کئے جانا آپ کا کام ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس نصیحت کے بعد میں آپ کے سامنے کچھ عملی تجاویز رکھنا چاہوں گا۔ اولا یہ کہ اپنے اوقات کار کی تقسیم کرلیں۔ اگر آپ دفتر میں ملازم ہیں تو جائزہ لیجئے کہ دفتری اوقات سے علاوہ آپ کے پاس کتنا وقت بچتا ہے اور پھر اس کا صحیح مصرف معین کیجئے! اور اگر آپ کاروبار کرتے ہیں تو اس میں صرف اتنا وقت ہی صرف کریں کہ خود اپنی اور اپنی فیملی کی گزر اوقات کا سامان ہوسکے۔ اور یہ تقسیم کرتے وقت ذہن میں "ضرورت" اور "ہوس" کے فرق کو ضرور مد نظر رکھئے۔ ایک متوسط درجہ کے خاندان کی کفالت میرے نزدیک پانچ چھ ہزار ماہانہ میں ممکن ہے۔ اس سے زیادہ اگر پیسے کی دوڑ ہے تو یہ ضرورت کے درجے سے نکل کر ہوس کی جانب پیش قدمی کا معاملہ ہوگا۔

اپنی ضروریات کا صحیح طور پر تعین کرتے ہوئے آپ اپنا بہت سا وقت بچالیں گے جس کے استعمال کے ضمن میں میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ کچھ وقت تو ناظرہ قرآن کو دیں۔ مگر یہ ناظرہ قرآن اس طرح پڑھا جائے کہ آپ کو مفہوم سمجھ میں آجائے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں!---- کچھ وقت ترجمہ و تفسیر کے ساتھ مطالعہ قرآن کے لئے نکالیں۔ یہ دو وقت الگ الگ نکالیں گے تو علم سیکھنے کے جو اوزار ہم نے آپ کو فراہم کئے ہیں وہ زنگ آلود نہیں ہوں گے ---- اس کے ساتھ ساتھ مطالعہ کتب کو بھی اپنی عادت بنالیں۔ کتاب کے انتخاب میں بھی آپ کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ مبادیات دین سے متعلق کتابوں کو ترجیح دیجئے اور فروعی موضوعات کو ثانوی درجے میں رکھئے' تبھی آپ اپنے مطالعے کو مفید بنا سکیں گے۔

ایک اور اہم بات یہ کہ اس حدیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ دین کا علم حاصل کررہا تھا' اس نیت سے کہ وہ اس علم کو احیاء اسلام کا ذریعہ بنائے گا' علم کے حصول کے بعد احیاء اسلام کے لئے کوشاں ہوگا اور قبل اس کے کہ وہ اس کام کو شروع کرتا اس کا انتقال ہوگیا تو آخرت میں اس کے اور نبی کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا---- حدیث مبارکہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اصل قابل قدر شے احیاء اسلام کی جدوجہد ہے۔ تحصیل علم اس کا ابتدائی قدم یا ذریعہ ہے۔ یوم

قیامت قربت انبیاء کا رتبہ اسے ملے گا جو تحصیل علم احیاء اسلام کی نیت سے کریں گے اور اس کے لئے عملی جدوجہد کریں گے۔

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ آپ پر پہلے محض تحصیل علم کی ذمہ داری تھی۔ اب تحصیل علم کے ساتھ افشاء علم بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ مذکورہ دونوں کام انفرادی طور پر بھی ممکن ہیں مگر اجتماعی سطح پر ان کے ثمرات میں بیش بہا اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہی طریقہ زیادہ بار آور اور موکد ہے' دنیاوی نتائج کے اعتبار سے بھی اور اخروی اجر کے لحاظ سے بھی!

تحصیل علم کے ضمن میں عملاً اقدامات کے بعد اب میں افشاء علم کے بارے میں چند عملی تجاویز کا ذکر کروں گا۔ پہلی بات یہ کہ تحدیث نعمت کرتے رہیں جہاں بھی ہوں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کام کا تعارف وسیع حلقے میں پھیلے گا۔ لیکن دو باتوں کی احتیاط لازم ہے۔ اولاً تحدیث نعمت حقیقی ہو یعنی جو حقیقی فائدہ آپ نے اس ایک سالہ کورس سے حاصل کیا ہو اسی کو بیان کیجئے۔ ثانیاً اس کا بیان معتدل اور متوازن انداز میں ہونا چاہیے--- دوسری بات یہ کہ مطالعہ قرآن اور کتب کے ضمن میں جو بات آپ کو اچھی لگے اسے دوسروں کے سامنے بیان کریں' اس ابلاغ کے نتیجہ میں جو افراد دلچسپی ظاہر کریں انہیں ایک سالہ کورس میں شرکت کی دعوت دیں۔ اسی طرح ان کے بچوں کے لئے قرآن کالج کی تجویز رکھیں اگر یہ بات انہیں قبول نہ ہو اور ان کے حالات اسکی اجازت نہ دیتے ہوں تو انہیں خط وکتابت کورس میں شرکت کی دعوت دیں۔ اس پر بھی وہ آمادہ نہ ہوں تو کم ازکم آپ انہیں قرآن مجید ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنے پر راضی کرنے کی کوشش کریں تاکہ رجوع الی القرآن کی اس تحریک میں آپ اپنا حصہ ادا کرسکیں۔

ایک مشورہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی لائبریریاں قائم کریں۔ اس چکر میں نہ پڑیں کہ اتنی کیسٹس یا کتابیں جمع ہوں گی تو لائبریری بناؤں گا۔ جتنی کتابیں دستیاب ہیں ان سے آغاز کردیں رفتہ رفتہ اچھی خاصی لائبریری بن جائے گی---

ایک نہایت اہم عملی کام یہ ہے کہ اپنے محلہ' مسجد' دفتر میں درس قرآن کے حلقے قائم کریں ابتداً منتخب نصاب کا درس دیں!

آخری تجویز یہ ہے کہ کورس کے بعد بھی آپ حضرات کے درمیان باہمی رابطہ کی کوئی نہ کوئی صورت ہونی چاہیے۔ آپس کا کوئی ایسا رابطہ رہنا چاہیے جس میں رجوع الی القرآن کے کام میں ایک دوسرے کی سعی و کوشش کے متعلق باہم تبادلہ خیال ہو' آپس کے تجربات منتقل ہوں اور ان سے استفادہ ہو تو پھر ان شاء اللہ نہ صرف یہ سلسلہ جاری رہے گا بلکہ مفید بھی ہوگا۔

یہ چند راستے یا تجاویز ہیں ورنہ اصل بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنا راستہ خود تلاش کرنا ہے۔ جیسے مشہور انگریزی کہاوت ہے:

Either I will find out a way or I will make one!

ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

تقریب کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی گفتگو سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کی تفسیر پر مشتمل تھی۔

تمہیدی گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک سالہ کورس ہماری تحریک کے لئے نرسری کے پروگرام کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح ایک درخت تین چیزوں یعنی جڑ' تنا اور شاخوں پر مشتمل ہوتا ہے اور جتنا پھیلاؤ اس کی شاخوں کا ہوتا ہے اتنا ہی جڑ کا بھی ہونا چاہیے ۔عینہ اسی طرح تحریک کے بھی پہلے اور تیسرے مرحلے میں توازن و تناسب درکار ہے۔ ہماری اس تحریک کی جڑ کی حیثیت دعوت رجوع الی القرآن یا تحریک تعلیم و تعلم قرآن کو حاصل ہے جس کا مظہر انجمن خدام القرآن ہے اور اس کی ذیلی شاخیں قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا اہم ادارہ تنظیم اسلامی کا ہے جو اس تحریک میں تنے کی حیثیت رکھتا ہے جس کا مقصد غلبہ دین کی جدوجہد کے لئے مضبوط مربوط اور منظم جمعیت فراہم کرنا ہے اس لئے کہ کوئی موثر کام اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تیسرے مرحلے میں رابطہ عوام کے لئے ہم نے تحریک خلافت شروع کی ہے۔ یہ تینوں درحقیقت ایک ہی کام کے تین گوشے ہیں تو یہ ہے وہ تحریک جس کے لئے بنیادی مواد فراہم کرنے کے لئے ہم نے ایک سالہ کورس کا اجراء کیا ہے۔

سورۃ التوبہ کی مذکور بالا آیت **و ما کان المومنون لینفروا کافۃ فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون○**---------- کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اکثر اعرابی یعنی دیہاتیوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ کسی وقتی تحریک یا سوشل دباؤ کے تحت ایمان تو لے آئے مگر صحبت نبویؐ سے محرومی کے باعث نفاق کا عنصر ان میں موجود تھا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ تمام اعراب کو لاکر مدینہ جمع کردیا جاتا تو آخر اس مسئلے کا حل کیا ہو؟ فرمایا "**ما کان المومنون لینفروا**..." کہ اہل ایمان کے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ وہ سب کے سب (تحصیل علم کے لئے) نکل کھڑے ہوں تو کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ آتا اور صحبت نبویؐ سے فیض یاب ہوتا اور دین کی سمجھ حاصل کرتا۔ یہاں "علم" کی بجائے "تفقہ" کا لفظ آیا ہے۔ علم تو محض معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے جبکہ تفقہ وہ شے ہے جو انسان کی شخصیت اور نفسیات کے اندر سرایت کرتی ہے۔ اسی طرح تفقہ اور علم فقہ میں بھی بڑا وسیع معنوی تفاوت ہے۔ فقہ ہمارے علوم دینی کی ایک اہم شاخ ہے جس میں سارا زور جزئیات اور ظواہر پر ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس تفقہ کا تعلق کلیات اور بصیرت باطنی سے ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ واقعتاً انسان کو پورا نظام دین مربوط نظر آئے اور اسے احکام کے اندر مخفی اصولوں کا فہم حاصل ہو جائے۔ صحیح روش یہ ہے کہ نگاہ مقصد پر جمی رہے اور صحیح ذرائع کا شعور بھی برقرار رہے۔ تو اس اعتبار سے "تفقہ فی الدین" مقصود ہے۔ یہی لفظ حضورؐ نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو دعا دیتے ہوئے استعمال فرمایا:"**اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل**"۔ اے اللہ اس نوجوان کو دین کا فہم عطا فرما اور اسے قرآن کی تاویل وتفسیر کے علم سے نواز! لیکن اب اس تفقہ فی الدین کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا "**ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون**○ اور تاکہ وہ انذار کریں اپنی قوم کو جب وہ واپس ان کی طرف لوٹ کر جائیں' شاید کہ یہ انذار ان کی غفلت کا پردہ چاک کردے!------- یہاں لفظ انذار بہت اہم ہے --------- یہ درحقیقت کار نبوت کا نقطہ آغاز ہے۔ **یا ایھا المدثر قم فانذر**"اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے کھڑے ہوجاؤ' اب کمر کس لو' تمہاری عملی جدوجہد کا نقطہ آغاز انذار ہے' لوگوں کو جگاؤ' بتاؤ کہ زندگی بس یہی زندگی نہیں اصل زندگی آخرت کی ہے --- **ان الدار الا خرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون**○ تم اس حیات دنیوی کے ظاہر پر ہی مر مٹے ہو حالانکہ اسکی حقیقت ایک سراب سے زیادہ نہیں۔ تو انذار اصل میں آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کرا دینے کا نام ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے مگر تم اس دنیا کے لئے نہیں' آخرت کے لئے بنائے گئے ہو۔

لہٰذا اصل شے تفقہ فی الدین اور انذار ہے۔ اور اگر یہ شے حاصل ہو رہی ہے تو علم صحیح جگہ استعمال ہوگا ورنہ بقول مولانا رومؒ۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بردل زنی یارے بود

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص علم اس نیت سے حاصل کرلے کہ علما کی محفل میں بار پا سکے تو یہی علم اسے جہنم میں لے جائے گا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں علم دین اب صرف فقہ کا نام ہے۔ اور فقہ اس وقت نہ صرف تفقہ فی الدین بلکہ انذار سے ہی خالی ہے۔ تو ایک سالہ کورس کے طلبہ سے یہ بات میں زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ جو

کچھ آپ نے یہاں سے سیکھا ہے یہ تو علم کے حصول کے لئے ابتدائی استعداد پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ شاید قرآن فہمی کا ذوق بیدار ہو گیا ہو' تو اس آیت کو اپنے سامنے ماٹو کی حیثیت سے رکھئے۔ یہاں سے واپسی پر ایک تو تفقہ فی الدین کا عمل جاری رہنا چاہئے اور دوسرا کام یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے یہاں سے سیکھا ہے اسے اپنے گھر' محلے' مسجد' دفتر غرض جہاں اور جب بھی موقع ملے دوسروں کو سکھایئے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ دو اشخاص پر حسد (مراد ہے رشک) بھی جائز ہے۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے دولت مال و اسباب کی شکل میں دی ہے اور وہ اسے دونوں ہاتھوں سے غریبوں' حاجتمندوں اور مساکین میں تقسیم کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دولت علم سے نوازا ہے اور وہ اسے صبح و شام بانٹ رہا ہے یعنی دوسروں کو علم سکھا رہا ہے---

دونوں دولتوں میں اس اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے کہ مال کو اگر خرچ کریں تو ظاہری طور پر یہ کم ہوتا محسوس ہوتا ہے مگر علم کی دولت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسے جتنا تقسیم کیا جائے اتنا ہی اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسروں کو پڑھانے سے انسان خود سیکھتا ہے۔ جہاں پڑھانا ختم ہوا علمی ترقی رک گئی! لہٰذا آپ نے جو کچھ یہاں سے پڑھا ہے اسے دوسروں کو پڑھائیں ورنہ یہ سب کچھ جو آپ نے پڑھا ہے ہوا میں تحلیل ہو جائے گا۔ حضورؐ کا یہ فرمان آپ کے پیش نظر رہنا چاہئے **"انما بعثت معلما"** کہ مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا۔ تعلیم ہی سے تہذیب نفس اور تزکیہ نفس کے مراحل سرانجام پاتے ہیں۔ اس پہلو سے سقراط کا قول غلط نہیں ہے کہ علم نیکی ہے اور جہالت بدی ہے۔ اگر علم صحیح ہے تو بدی کی تاریکی خودبخود چھٹتی چلی جائے گی اور نیکی کی روشنی آنی شروع ہو جائے گی۔ لیکن اگر علم کے اندر خامی ہے تو انسانی سیرت کے اندر وہی خامیاں پروان چڑھیں گی۔ جان لیجئے کہ علم حقیقت کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن ہے۔ اس اعتبار سے حضورؐ کا فرمان: **خیر کم من تعلم القرن وعلمه** ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور تعلیم و تعلم قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ سیاست خلافت

ایسی فضا موجود ہے کہ جس میں کام کیا جاسکتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ایک طویل عرصے سے جس طرح کے منافق حکمران ہم پر مسلط ہوئے ہیں جنہوں نے نام لیا اسلام کا لیکن اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے اسلام کے نام کا صرف استحصال کیا تو اس چیز نے اسلام کو بدنام کردیا۔ اس ملک میں ریفرنڈم ہوا اور اس میں پوچھا گیا کہ جناب آپ اسلامی نظام چاہتے ہیں ' اگر اسلامی نظام چاہتے ہیں تو میں پانچ سال کے لئے صدر ہوں۔ میں نے اس وقت بھی ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ فانی بدایونی کا ایک شعر ہے ۔

ادا سے آڑ میں خنجر کا منہ چھپائے ہوئے
مری قضا کو وہ لائے دلہن بنائے ہوئے

چنانچہ اسلام کا نظام اور میں پانچ سال کے لئے صدر ہوں۔ اس کے بعد آج آپ دیکھیں کہ کہا تو جاتا ہے کہ جناب ہم اسلام کو یا شریعت کو سپریم لا بنائیں گے لیکن فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کی اپیل کی جاتی ہے۔ مولانا عبدالستار نیازی بھی موجود ہیں اور آصف احمد علی بھی موجود ۔

یہ مسجد ہے یہ مے خانہ' تعجب اس پہ ہوتا ہے
جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

ڈاکٹر صاحب میں اس بات کی صلاحیت موجود ہے اور ان علمائے کرام کو جن کی میں عزت کرتا ہوں ' توجہ دلائی جائے کہ فرقہ وارانہ اختلاف کو منظر عام پر لانے کی بجائے خالص اسلام کے لئے 'کتاب و سنت کی بالادستی کے لئے 'شریعت کی بالادستی کے لئے اور صحیح معنوں میں بالادستی کے لئے کوشش کی جا ۔ ڈاکٹر صاحب فرمارہے تھے کہ فیڈرل شریعت کورٹ تو موجود ہے لیکن اس کے اختیارات محدود ہیں۔ اس سے زیادہ ظلم اور نہیں ہوسکتا کیونکہ یا تو شریعت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ درمیان کا راستہ نہیں ہے۔ جمہوریت کے بارے میں بھی میں نے یہی کہا ہے کہ یا جمہوریت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ میرے اس ملک میں بدقسمتی یہ رہی ہے کہ مختلف طالع آزما آئے ' کسی نے کنٹرولڈ ڈیماکریسی کی بات کی ' کسی نے گائیڈڈ ڈیماکریسی کی بات کی ' کسی نے بنیادی جمہوریت کی بات کی اور کسی نے شورائی کریسی کی بات کی۔ چنانچہ سب کچھ تھا ڈیماکریسی میں صرف جمہوریت ہی نہیں تھی۔ اسی طرح اسلام کے بارے میں بھی دوغلی پالیسی نہیں چل سکتی لیکن جس طرح میں نے پہلے عرض کیا ہے ' اس کے لئے بڑی محنت اور بڑا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ترجیحات کا تعین کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ بس میری یہی چند معروضات تھیں!○○

اعلان داخلہ

---------(۱)---------

برائے بی اے کلاس------ قرآن کالج لاہور

ایف ایس سی' ایف اے اور آئی کام پاس طلبہ سے قران کالج کی بی اے کلاس کے تربیتی سال میں داخلہ کی درخواستیں مطلوب ہیں۔ رزلٹ کے منتظر طلبہ بھی درخواستیں دے سکتے ہیں۔

○ داخلہ فارم وصول کرنے کی آخری تاریخ ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۲ء ہے۔
○ انٹرویو کی تاریخ سے بذریعہ ڈاک مطلع کردیا جائے گا۔
○ بیرون لاہور سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے لئے ہوسٹل کی سہولت موجود ہے۔
تفصیلات کے لئے ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پراسپکٹس طلب کریں۔

---------(۲)---------

برائے ایک سالہ دینی کورس

گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ اصحاب سے قرآن اکیڈمی لاہور کے مرتب کردہ ایک سالہ دینی کورس کے سمسٹر اول میں داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ استثنائی صورتوں میں انڈر گریجویٹ اصحاب کو بھی داخلہ دیا جاسکتا ہے۔

○ داخلہ فارم وصول کرنے کی آخری تاریخ ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۲ء ہے۔
○ انٹرویو کی تاریخ کی اطلاع بذریعہ خط بھجوائی جائے گی۔
○ بیرون لاہور رہائش پذیر اصحاب کے لئے ہوسٹل کی سہولت موجود ہے۔
تفصیلات کے لئے ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پراسپکٹس طلب کریں۔

المعلن: **پروفیسر بختیار حسین صدیقی**
پرنسپل قرآن کالج' ۱۹۱' اے۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور۔

بقیہ جلسہ راولپنڈی

سود کا گناہ زنا کے گناہ سے بھی سینکڑوں درجے بڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سود جیسی خبیث شے کے خاتمے سے سرمایہ داری نظام کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے' سرمائے اور محنت کے درمیان مبنی بر انصاف توازن و اعتدال کا معاملہ صرف اور صرف اسلام کے سنہری اصولوں میں موجود ہے چنانچہ اسلام نے ایک طرف محنت کش کی محنت کو مکمل تحفظ فراہم کیا ہے تو دوسری جانب راس المال میں نقصان کی صورت میں تمام تر بوجھ سرمایہ دار کے ذمے ڈالا ہے۔ آخر میں انہوں نے اپنے اس یقین کا دوبارہ تذکرہ کیا کہ پوری دنیا میں نظام خلافت کا قیام ہو کر رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس خیال سے کس کو اختلاف ہوگا کہ پورے عالم اسلام کا ایک ہی خلیفہ ہو مگر بحالات موجودہ ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا' نظام خلافت کسی ایک ملک سے شروع ہو کر ہی درجہ بدرجہ وسعت اختیار کر کے پورے عالم اسلام اور بالاخر تمام دنیا کو اپنی رحمت کے سائے میں لے سکے گا۔ نظام خلافت کے خواہش مند اور آرزو مند تو بھی ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ نظام دنیا میں صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہی شروع کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے۔ (روزنامہ مرکز اسلام آباد۔۱۶ ستمبر ۱۹۹۲ء)

بقیہ رحیم یار خان

نماز عشاء کے بعد رفقاء تنظیم اور تحریک خلافت کے معاونین کے قیام کا پروگرام مسجد ہی میں تھا اس لئے کھانا جناب انعام الحق اور مسلم جاوید صاحب کے گھر سے وہیں آگیا اور رات مسجد میں گزاری گئی۔

صبح نماز فجر کے بعد ناظم اعلیٰ عبدالرزاق صاحب نے مختصر درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد آٹھ بجے تک آرام کا وقت تھا۔ آٹھ بجے ناشتے کے بعد ایک تربیتی نشست کا اہتمام تھا جو تقریباً گیارہ بجے تک جاری رہی۔

نماز جمعہ مختلف مسجدوں میں پڑھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جناب عبدالرزاق صاحب نے جامع مسجد تحصیل والی میں' جناب مختار حسین فاروقی نے قبرستان والی مسجد میں اور خالد شفیع صاحب نے مسجد خضریٰ میں یہ خدمت انجام دی۔ خطاب جمعہ کا موضوع یہ تھا کہ نظام خلافت کا قیام کس طرح ہوگا اور اس کی برکات مسلمانوں پر اور غیر مسلموں پر کس طرح ظاہر ہوں گی اور یہ کہ ہم سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے استحصال سے صرف اور صرف نظام خلافت کے ذریعے ہی نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مسجد خضریٰ میں تین بجے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا سب ساتھیوں نے وہیں مل بیٹھ کر کھانا کھایا۔ نماز عصر تک آرام کے بعد تمام ساتھی دو دو کی ٹولیوں میں قریبی بازار میں دعوت کے لئے نکل کھڑے ہوئے کیونکہ نماز مغرب کے بعد "خلافت راشدہ کانفرنس" سے ناظم تحریک جناب عبدالرزاق خطاب فرمانے والے تھے۔

یہ عمومی خطاب جناب مسلم جاوید صاحب کی وسیع و عریض کوٹھی ہی میں رکھا گیا تھا۔ جناب مختار حسین فاروقی اور سید اظہر عاصم صاحب نے انتظامات کی خود نگرانی کی۔ حاضری ہماری توقع سے بڑھ کر تھی۔ جناب عبدالرزاق نے اپنے پر جوش خطاب میں نظام خلافت کی برکات اور طریق انقلاب کے موضوع پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ نظام خلافت کا قیام ملک کے غریب اور ظلم کی چکی میں پسنے والے عوام کے لئے خوشحالی کا پیغام ہوگا۔ ہر مسلم و غیر مسلم کی بنیادی ضروریات کی کفالت حکومت کے ذمہ ہوگی۔ لیکن اس کے لئے ہمیں ظلم و استحصال پر مبنی سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنا ہوگا۔ نماز عشاء تک تحریک کے ناظم اعلیٰ کا خطاب جاری رہا جس کے بعد سوال و جواب کی نشست تھی۔ اس میں تحریک احرار صادق آباد کے صدر اور بعض دوسرے حضرات نے سوالات کئے جن کا عبدالرزاق صاحب نے مناسب جواب دیا۔

آخری نشست میں تحریک خلافت کے معاونین کی ایک خصوصی میٹنگ تھی جس میں صادق آباد کے لئے تحریک خلافت کی کوآرڈینیٹنگ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کوآرڈینیٹنگ کمیٹی میں خالد شفیع کو کنوینر' راقم کو جنرل سیکرٹری اور قاری رمضان صاحب خطیب مسجد خضریٰ' جناب منظور احمد صاحب' جناب اعجاز احمد صاحب اور منصور علی خان صاحب کو اراکین نامزد کیا گیا۔ آخر میں دعا کے ساتھ یہ نشست ختم ہوئی اور صبح جناب سید اظہر عاصم ذکریا ایکسپریس سے ملتان اور جناب عبدالرزاق خیبر میل سے لاہور کے لئے روانہ ہوگئے

سجاد منصور جنرل سیکرٹری

تحریک خلافت پاکستان۔ صادق آباد

بقیہ افتتاحیہ

تنظیم اسلامی اور اس کی تحریک خلافت پاکستان نے کسی بھی میدان میں کبھی کوئی بڑا دعویٰ نہیں کیا اور اس قومی ابتلاء کے موقع پر بھی اس کے امیر و داعی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اخبار میں کوئی اشتہار چھپوایا نہ کہیں کوئی کیمپ لگایا۔ انہوں نے اپنے رفقاء و معاونین سے کہا ہے کہ نام و نمود کی خواہش کو دل میں گنجائش دیئے بغیر حتی الوسع متاثرین کی مدد کو پہنچیں۔ جہاں اتنی افرادی قوت فراہم کرسکتے ہوں کہ امداد کو جمع کر کے مستحق لوگوں تک خود پہنچ کر تقسیم کرسکیں وہاں یہ کام ضرور کریں اور ان احباب کا تعاون حاصل کرنے میں بھی کسی ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہوں جو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد رکھتے ہیں تاہم یہ ممکن نہ ہو تو ایک ایک شخص گھر سے نکلے اور مصیبت زدگان کے لئے جو کچھ کرسکتا ہو' کرے اور ان تک ذاتی رسائی نہ ہو تو ایسے ادارے تلاش کر کے انہیں تعاون پیش کیا جائے جو کوئی سیاسی عزائم نہیں رکھتے اور ایدھی کی فلاحی تنظیم ایک اچھی مثال ہے۔

ہمارے کرنے کا ایک کام بحالات موجودہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں پر واضح کریں کہ اگرچہ ابتلاء و آزمائش سے پناہ تو ہمیشہ ہی طلب کی جانی چاہیے تاہم یہ آئی تو ہمارے رب کے اذن سے آئی ہے اور اس میں حکمت یہ پوشیدہ ہے کہ کسی بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذابوں کے ذریعے ہمیں خبردار کیا جارہا ہے کہ اب بھی ہوش میں آئیں اور اللہ کی طرف رجوع کریں جس سے پہلے اپنے کئے پر حقیقی پشیمانی اور آئندہ اس کا بندہ بن کر رہنے کا عزم مصمم دلوں میں پیدا ہونا ضروری ہے۔ ہماری طرف سے امداد رسانی کے ساتھ توبہ کی منادی کا کام بھی پوری ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ کیا جانا چاہیے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں اندوہ و مصائب کے ریلے آتے ہیں اور گزر بھی جاتے ہیں لیکن اس ہمیشہ کی زندگی کے آرام و آسائش کی فکر بہرحال مقدم ہے جس کے ایک لمحہ پر بھی پوری زندگی کی راحت تج دینا نفع کا سودا ہے۔ ہم پاکستان کے مسلمان حکمرانوں کو بھی توبہ اور تجدید ایمان ہی کی دعوت دیتے ہیں اور یہ دعا بھی کہ انہیں حالات کی ناسازگاری کے مقابلے میں عزم و ہمت کی ارزانی کے ساتھ یہ توفیق بھی میسر ہو کہ خدائی انتباہ سے وہ سبق لینے میں کامیاب ہوجائیں جو اس کا اصل منشاء ہے۔ ○○

خطوط آپ کے

پچھلے ماہ کے "میثاق" سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نوائے وقت میں "تذکر و تفکر" کے عنوان سے لکھ رہے ہیں۔ آج اس کی آخری قسط پڑھی۔ اخبار کے ذریعے کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر وہ اپنے خیالات کی اشاعت کرسکتے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ "جنگ" زیادہ پڑھا جاتا ہے، اگر اس میں بھی وہ لکھیں تو کیا ہی اچھا ہو۔

ویسے ان کے طریقہ اظہار میں ایک خوشگوار تبدیلی بھی آئی ہے۔ زبان زیادہ سہل ہے، شعر تو انہیں بہت ہی عمدہ اور نفیس یاد ہیں اور ہمیشہ برجستہ ہوتے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ غالب، فیض، اقبال، جگر اور حالی سب کے اشعار پر انہیں عبور حاصل ہے، ماشاء اللہ۔ مجھے ان کے ظاہر کردہ خیالات سے کامل اتفاق ہے۔ ہاں، معاف کیجئے گا ایک بات کھٹکی! "ایمان باللہ" اور "توکل علیٰ اللہ" کے باوجود مایوسی کی کیفیت !! اس وقت تو اہل ایمان سرشار ہوتے ہیں۔

چلے ہیں جان و ایمان آزمانے آج دل والے
وہ لائیں لشکر اغیار و اعداء ہم بھی دیکھیں گے
وہ آئیں تو سر مقتل تماشا ہم بھی دیکھیں گے

اور اس امید پر یہ خط ختم کرتی ہوں کہ۔

یہ شب کی آخری ساعت گراں کیسی بھی ہو ہمدم
جو اس ساعت میں پنہاں ہے سویرا ہم بھی دیکھیں گے

ان شاء اللہ۔ علامہ مرحوم کا ایک مصرع یاد ہے۔ "میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے" اس لئے میں بھی پرامید ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ابتداء یہیں سے ہوگی

رضیہ اظہر زمانی
کارڈیو ویسکولر ہسپتال۔ کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف سے نوائے وقت میں رنگین تصاویر کے خلاف ایک مخلصانہ اپیل پڑھ کر خوشی ہوئی۔ شکر ہے جمود ٹوٹا، کسی نے تو اجتماعی غلاظت کے خلاف زبان کھولی۔ ناچیز نے بھی متعدد بار جنگ اور نوائے وقت کو خطوط لکھے مگر انہوں نے ان کو گول کردیا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوشش اور اقدام قابل داد ہے لیکن ایک مرتبہ جگانے سے گہری نیند کے متوالے جاگا نہیں کرتے، اس لئے وہ اپنی اس کوشش میں تسلسل پیدا کریں کہ کبھی خود کبھی احباب میں سے کسی کے ذریعے یہ کام ضرور کروائیں۔

سود کے بارے میں بھی ان کی محنت قابل تحسین ہے۔ موجودہ سیلاب کی شکل میں آمدہ عذاب الٰہی ہمیں مزید دعوت فکر دیتا ہے۔ اخباروں میں اور سیمیناروں میں عمائدین قوم نے آبادی کے ہووے کو بہت اچھال رکھا تھا۔ اس بارے میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس میں آپؐ نے صراحت فرمائی تھی کہ حضرت آدمؑ سے لے کر آخری انسان تک اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہو کر اپنے اپنے دل کی مرادیں مانگنی شروع کردو تو مالک پیٹ بھر کر تمہیں سیر کردے، تمہاری ہر قسم کی خواہشات کو پورا کردے اور پھر اپنے خزانوں کی طرف نظر دوڑائے تو ان میں اتنی کمی واقع نہیں ہوگی جتنی سمندر میں سوئی ڈبونے کے بعد اس میں واقع ہوسکتی ہے۔

احقرہ کے خیال میں وسائل کا نامناسب استعمال اور اصل میں ایمان کے فقدان سے ہم رنگا رنگ مسائل کا شکار ہوئے ہیں۔ اس بارے میں بھی اہل ایمان کی خاموشی ٹوٹنی چاہیے۔ اب وسائل سمیت آبادی اور انسانی جانوں کا ضیاع ہماری اپنی بداعمالیوں کی سزاء ہے۔ اگر ہم ذرائع ابلاغ اور نظام تعلیم کی اصلاح اور درستگی میں جت جائیں تو قوم چند دن میں کچھ سے کچھ نہ ہوجائے گی !!

آپ کی ایک دینی بہن
ام عماد۔ ساگر روڈ، لاہور کینٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت عالی جناب خان غلام اسحٰق خان صاحب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔۔۔ مزاج شریف

آپ کی توجہ ایک اہم حساس قومی مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس کی نوعیت اس بات کی متقاضی ہے کہ آنجناب پہلی فرصت میں اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

ا۔ فوج میں ایسے تین اشخاص کو میجر جنرل کے عہدہ پر ترقی دی گئی جو مبینہ طور پر بد ترین جنونی قادیانی ہیں۔ ان میں سے ایک میجر جنرل نصیر قادیانی ہے جو آرڈیننس کور کا سربراہ ہے۔ تینوں مسلح افواج کے لئے اسلحہ کی خریداری وغیرہ ایسے شعبہ کا اسے سربراہ مقرر کرنا اتنا خطرناک امر ہے جس کے تصور سے روح کانپتی ہے کیونکہ (الف) قادیانیت کے مولد بھارت (قادیان) اور اسرائیل میں ان کا مشن آج بھی موجود ہے۔ (ب) قادیانی عقیدۃ" جہاد کے منکر ہیں (ج) ہر قادیانی کو عقیدۃ" اکھنڈ بھارت کی خاطر کاوش کرنا ضروری ہے، یہ ان کے خفیہ (نام نہاد) کا حکم ہے۔ (د) قادیانی عقیدۃ" اپنے خلیفہ (نام نہاد) کے حکم کے پابند ہیں اور (ح) مرزا طاہر کو پچھلے سال بھارتی حکومت نے اپنا مہمان بنا کر بلایا اور اسے پروٹوکول دیا گیا۔ بھارت کا ٹی وی ان کی کوریج کے لئے وقف رہا اور اب پھر مرزا طاہر دسمبر میں بھارت جارہا ہے جبکہ پاکستان سے آنجناب کی حکومت قادیانیوں کو بھیجنے کا حسب سابق اہتمام کرے گی۔

۲۔ آپ کی سرپرستی میں چلنے والے ہسپتال الشفاء راولپنڈی میں جنرل (ریٹائرڈ) محمود الحسن، میجر جنرل نسیم، کرنل منیر رشید، نصر اللہ قادیانی جو الٹے تلے کررہے ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گے۔

۳۔ پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے کو ناکام بنانے کے لئے ڈاکٹر لیلیٰ اعجاز قادیانی خاتون نے جو سازش کی اور کروڑوں کا مملکت کو نقصان پہنچایا وہ آنجناب کے علم میں ہوگا

۴۔ الجیریا، ترکی، جاپان اور رومانیہ میں پاکستان کے سفیر قادیانی تعینات کردئے گئے ہیں۔ یونیسکو میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے باسط نامی قادیانی پر نظر انتخاب پڑی

۵۔ واپڈا تھرمل پاور ہاؤس مظفرگڑھ کا محمود مجیب اصغر (آر۔ ای) بدترین، متعصب اور جنونی قادیانی ہے اور حکومتی عہدہ کے کندھوں پر مرزائیت کو لئے گاؤں گاؤں تبلیغ کررہا ہے

(۶)۔ قومی شناختی کارڈ میں خانہ مذہب کے اضافہ کے لئے آپ سے وفد ملا۔ آپ نے وعدہ فرمایا اور پھر کمپیوٹر پر اس منصوبہ کا بغیر خانہ مذہب کی ایزادی کے آپ نے افتتاح فرمایا۔ (الف) آپ کی ہدایت (ب) وزارت مذہبی امور کی رپورٹ (ج) نظریاتی کونسل کی سفارش (د) چاروں صوبائی حکومتوں کا اس تجویز سے اتفاق اور (ح) وزارت داخلہ و قانون کا سمری تیار کر کے بھیجنا اور وزیراعظم کا اسے تاخیری حربوں سے جان بوجھ کر متنازعہ بنانا وہ امور ہیں جن پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

دینی جماعتوں میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے اس کے لئے تمام دینی جماعتوں کا ۷ر ستمبر ۱۹۹۲ء کو لاہور میں اجلاس تھا جس میں ۱۴ر اکتوبر کو اسلام آباد میں احتجاجی مظاہرہ کرنے کا فیصلہ ہوا۔

آنجناب سے توقع گزار ہوں کہ ان مسائل کے حل کے لئے توجہ فرمائیں گے۔

من جانب : صدر آل پارٹیز مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

اسلام آباد کے روزنامہ "مرکز" کی رپورٹ

راولپنڈی (سٹی رپورٹر): خلافت راشدہ کا نظام مسلمانوں کی اجتماعی یادداشت میں ایک حسین خواب کی صورت میں محفوظ ہے چنانچہ خلافت کا لفظ سنتے ہی نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے قلبی جذبات و احساسات میں ایک ولولہ انگیز ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے بلکہ اغیار بھی فوراً چونک جاتے ہیں کہ کسی مسلم ملک میں نظام خلافت کا احیاء عمل میں آگیا تو یہ چیز مسلمانوں کے عالمی اتحاد کا پیش خیمہ بن کر اہل کفر کے لئے ایک بہت بڑے چیلنج اور خطرے کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے فیض الاسلام کمپلیکس فیض آباد میں نماز مغرب کے بعد ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ درحقیقت نظام خلافت کے احیاء و قیام ہی کے ذریعے نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکتی ہے انہوں نے آیات قرآنیہ اور متعدد احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے مستقبل میں قیام خلافت کو یقینی و حتمی بتایا۔ انہوں نے کہا کہ خلافت کا نظام اولاً کسی ایک ملک میں انقلابی جدوجہد کے ذریعے ہوگا اور جب اس کی برکات **کا ظہور ہوگا تو** پوری دنیا اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گی داعی تحریک خلافت نے کہا کہ اگر آج کی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو اس پس منظر میں عالمی سطح پر نظام خلافت کا قیام تو بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے البتہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت، مجبوری، بے کسی اور بے بسی نوشتہ دیوار کی طرح محسوس کی جارہی ہے چنانچہ امریکہ کی ہدایت پر عرب ممالک اسرائیل کے سامنے میڈرڈ جیسے شہر میں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے جو عربوں کی عظمت رفتہ کا قبرستان ہے۔ ان حالات میں پاکستان کو بڑی اہمیت حاصل ہوجاتی ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ نظام خلافت کا قیام بھی پہلے پاکستان کی سرزمین میں ہو۔ نظام خلافت کے حوالے سے کی جانے والی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اب مختلف حلقوں میں نظام خلافت کے ذکر پر کھلبلی سی مچی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ استعماری طاقتیں یہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ مسلمانوں کے جذبات کو پھر سے نظام خلافت کے حوالے سے بیدار کردیا جائے کہ نظام خلافت کا قیام ان کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہمارا آئیڈیل خلافت راشدہ کا نظام ہی ہے مگر عہد حاضر کے تقاضوں کو جسے روح عصر کا نام دیا جاتا ہے نظام خلافت میں سمونا ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسلام کی رو سے حاکمیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے البتہ انسان کو خلافت کا منصب عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ زمین پر اللہ کے احکامات کا نفاذ کرے انہوں نے واضح کیا کہ خلیفہ کا انتخاب کسی بھی ملک کے تمام مسلمان مرد و زن کریں گے۔اسلام کی تعلیمات کی رو سے دیکھا جائے تو خلافت کا منصب درحقیقت تمام مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی حاصل ہے اسلامی ریاست میں قانون سازی میں غیر مسلموں کو شریک نہیں کیا جاسکتا جو اس نظام حیات کو مانتے ہی نہیں جس کی بنیاد پر یہ نظام قائم ہے البتہ ریاست کے غیر مسلم باشندوں کو جان و مال عزت و آبرو اور عقیدہ و عبادت کی مکمل ضمانت حاصل ہوگی جس کے لئے ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی دینی اصطلاحات کو پوری جرأت اور ہمت کے ساتھ اپنانے کے ساتھ ساتھ یہ معذرت خواہانہ رویہ ترک کرنا ہوگا کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں۔عہد حاضر میں نظام خلافت کے معاشی و اقتصادی ڈھانچے کے خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دنیا میں رائج موجودہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کو اگر سود اور جوئے کی ہر صورت سے مکمل طور پر پاک کردیا جائے تو یہی سرمایہ دارانہ معاشی ڈھانچہ نظام خلافت کے معاشی ڈھانچے کے بہت قریب آجائے گا اس موقع پر انہوں نے وفاقی وزراء سردار آصف احمد علی اور نذیر احمد کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سود کا کوئی متبادل نہیں ہے جس طرح زنا کا کوئی متبادل نہیں ہے اسلام نے زنا سے بچاؤ کے لئے جس طرح عائلی نظام دیا ہے اسی طرح سود سے بچنے کے لئے ایک معاشی ڈھانچہ دیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کیا معلوم سیلاب کی حالیہ تباہ کاری انہی وزراء کے باغیانہ بیانات کا شاخسانہ ہو۔ امیر تنظیم اسلامی نے واضح کیا کہ اسلام کے نزدیک

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ڈاکٹر اسرار احمد فیض آباد کمپلیکس راولپنڈی میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کررہے ہیں۔(فوٹو روزنامہ مرکز اسلام آباد)